فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (قرآن)

ماہنامہ لاہور

مُحَدِّث

1/4

مدیر:-

حافظ عبدالرحمن مدنی

مجلس التحقیق الاسلامی - لاہور ۱۶

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبد الرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبد الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰ روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ **محدث** لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ

محدّث

لاہور

جلد ۱	ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ مئی ۱۹۷۱ء	عدد ۶

مدیر : حافظ عبدالرحمٰن مدنی (روپڑی)

مقامِ اشاعت

مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) گارڈن ٹاؤن ○ لاہور ۱۶

ناشر : حافظ عبدالرحمٰن مدنی   طابع : رشید احمد چودھری   مطبع : مکتبہ جدید پریس ۲ شارع فاطمہ جناح - لاہور

قیمت : فی مجلّہ ۹۰ پیسے

فہرست مضامین

ضروری

ماہنامہ "محدث" لاہور کے شمارہ مئی سے بفضلہٖ تعالیٰ اس کی پہلی ششماہی مکمل ہو رہی ہے۔ کاغذ کی موجودہ ہوشربا گرانی اور طباعت و کتابت کے بڑھتے ہوئے اخراجات کے باوجود الحمد للہ ہم اس کا اعلیٰ معیار قائم رکھے ہوئے ہیں جب کہ بڑے بڑے منفعت بخش جرائد و رسائل بھی گرانی کا مقابلہ نہیں کر پا رہے ہیں۔ اس کے باوجود "محدث" کا زر سالانہ صرف دس روپے ہے۔ محدث کی دوسری اشاعت میں اس کا تفصیلی اعلان کر دیا تھا۔ بدیں صورت جن احباب نے پانچ روپے جمع کرائے یا ارسال فرمائے ہیں ان کا زر تعاون ختم ہو گیا ہے۔

اب ان سے توقع ہے کہ وہ مزید پانچ روپے ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے ——

بصورت عدم اطلاع ہم اگلا شمارہ برائے جون ۱۹۷۱ء انہیں ۵/۵۰ روپے میں وی۔پی کریں گے۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمان الرحیم

فکر و نظر

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ سورۃ ۲۵ آیت ۳۰

یہ بات کس قدر المناک اور باعثِ تعجب ہے کہ قرآن کریم جیسی جامع و مانع اور فصیح و بلیغ کتاب ہمارے پاس موجود ہے اس کی فصاحت و بلاغت کے غیر مسلم بھی معترف ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی تعلیم و تدریس کے سلسلے میں اس کے شایانِ شان اہتمام نہیں کیا گیا۔

پاکستان جیسی نظریاتی سٹیٹ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ چودھویں صدی کا محیر العقول واقعہ ہے جو نعرۂ عالم بلند "لا الٰہ الا اللہ" کے نام سے ابھری، پھر بھی ہمارے سکولوں میں خواہ وہ ابتدائی ہوں، ثانوی یا اعلیٰ مدارج کے کالج اور یونیورسٹیاں ان میں قرآنی تعلیمات کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں مغربی تعلیم و تربیت، اس کے اساتذہ اور نصاب کے انتظامات موجود ہیں، غیر ملکی زبان کے علاوہ دیگر اہم علوم کی تدریس کا انتظام بھی انگریزی طریقہ تعلیم سے ہے، انجینئرنگ، ڈاکٹری، کامرس، ڈرائنگ، فنونِ لطیفہ وغیرہ کے علاوہ تمام ٹیکنالوجی علوم کی تدریس کا انتظام بواسطہ انگریزی ہے۔ فلسفہ، الٰہیات، نفسیات جیسے علوم بھی انگریزی زبان اور غیر اسلامی اصولوں پر مرتب شدہ داخلِ نصاب ہیں۔ یہ علمی طور پر نقصان دہ ہونے کے ساتھ ہمارے طلبأ کے لیے دوہرا بوجھ بھی ہیں، کہ پہلے انگریزی سیکھیں پھر ان علوم میں دسترس حاصل کریں، جبکہ ہمارے مزاج، ہمارے ذہن، ہمارا تمدن اور معاشرت، انگریزی زبان سے قطعاً مختلف بلکہ برعکس ہے۔ اور ہمارے طلبأ کی کثیر تعداد ہر سال اسی بدیسی زبان کی وجہ سے فیل ہو جاتی ہے، قوم گذشتہ ربع صدی سے تڑپ رہی ہے۔ ہر کہ دمِ نے لازمی انگریزی کے خلاف آواز اٹھائی اور خود ملت کے نونہالوں نے اس کے خلاف متعدد طریقے سے صدائے احتجاج

بلند کی، لیکن افسران بالا کی بے حسی قابلِ داد ہے کہ ان کے سر پر جوں تک نہیں رینگی۔ اور انہوں نے ملّتِ اسلامیہ کے پر دین آموز تعلیمی مطالبہ کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ اس کا نتیجہ جو نکل رہا ہے اور نوجوان نسل جس تیزی سے بے حیائی اور لادینیت کو قبول کرتی جا رہی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ موجودہ سیاسی بحران بھی در اصل اسی اخلاقی بحران کا ایک منطقی نتیجہ ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ ملک کے موجودہ خلفشار اور عظیم بحران کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

ہمارے حکمرانوں کو قرآن کی تدریس کا کچھ خیال آیا بھی تو جس طریقے سے اس پروگرام کو روبہ کار لایا گیا ہے۔ وہ قرآن سے ایک گونہ مذاق ہی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے عوام کے مطالبے سے مجبور ہو کر محکمۂ تعلیم نے یہ منظور کر لیا کہ کچھ مقررہ استادوں کے ذریعے طلباء میں قرآنی تدریس کا انتظام کیا جائے، چنانچہ موسمِ گرما کی چھٹیوں میں ایسے اساتذہ کا انتخاب کیا گیا جو پہلے قرآن کریم کی ترتیل و تدریس کا طریقہ ریفرشر کورسوں کے ذریعے سیکھیں، لیکن باوجود کوشش کے نوے فی صد اساتذہ قرآن سے بالکل کورے اور صحیح قرأت و تدریس کے نااہل ثابت ہوئے۔ اس طرح یہ سکیم بھی فیل ہو گئی۔ اس تجربے سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ سکولوں، اور کالجوں میں وہی اساتذہ قرآن کے متعلقہ علوم کی تدریس کے فرائض سرانجام دے سکتے ہیں، جو خود قرآن کے ماہر ہوں۔ قرآن کے علم کو جزوی اور ثانوی علم کے طور پر پڑھانے کے لئے عام علوم کے ٹیچروں کو ہنگامی ریفرشر کورسوں کے ذریعے تیار کرنا بے معنی اور لاحاصل تجربہ ہے۔ اگر انگریزی کے لئے بی اے۔ بی ٹی۔ بی ایڈ اور ایم ایڈ ضروری ہیں تو مشرقی علوم کے لئے او۔ ٹی اور دیگر علوم کے لئے ایس اے وی۔ ایس وی۔ سی۔ ٹی یا جے وی۔ جے اے وی وغیرہ تو کیا قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے لئے قرآنی علوم کے ماہرین کی ضرورت نہیں؟ ؎ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

ہمارے موجودہ سرکاری منظور شدہ تعلیمی ادارہ میں قرآنی تعلیم کا کیا حال ہے؟

مجلسِ تعلیماتِ پاکستان نے جو درد مند تعلیمی خدمات پر مشتمل ہے ایک معروف ادارہ ہے، کچھ جائزہ لیا ہے اس کا ملخص "قرآن پاک اور سرکاری نظامِ تعلیم" کے عنوان سے درج ذیل ہے، ملاحظہ فرمائیے اور سر دھنئے۔

(الف) ناظرہ کلام اللہ ابتدائی سکولوں کی تیسری جماعت میں قرآنی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے۔ چوتھی اور پانچویں جماعت میں چھ پارے، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعتوں میں باقی کلام پاک کی ناظرہ خوانی داخلِ نصاب

کی گئی ہے۔ (جبکہ مساجد اور مکاتیب میں یہ کام صرف سال دو سال میں مکمل ہو جاتا ہے) لیکن یہ سب کچھ محکمۂ تعلیم کے گشتی مراسلوں اور کاغذی سکیموں کی حد تک ہے، عملاً شاید ہزار میں سے دو چار سکولوں ہی میں مکمل ناظرہ خوانی کا انتظام ہوگا۔ اس لئے کہ نہ کہیں ناظرہ پڑھانے کے لئے تربیت یافتہ حفاظ و قراء کا انتظام ہوا ہے اور نہ آئندہ تربیت کے لئے کوئی انتظام کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ انتہائی نازک کام دوسرے مضامین کی طرح تربیت یافتہ اساتذہ کے بغیر ممکن نہیں (جس کی ساری ذمہ داری محکمہ تعلیم پر ہے)

(ب) حفظِ قرآن

ابتدائی مدارس کی جماعت چہارم و پنجم میں صرف آخری دس مختصر سورتیں اور ہائی سکول کی جماعت ششم میں صرف ۹ آیات حفظ کرنا نصاب کا حصہ ہے، گو عملاً یہ بھی نہیں ہوتا۔

(ج) ترجمہ کلام اللہ

ابتدائی مدارس کی کسی جماعت میں کسی ایک آیت کا ترجمہ بھی شامل نہیں۔ وسطانی (مڈل کلاس) میں آخری پارہ کی دس مختصر سورتوں کا اور سورۃ البقرہ کی صرف چار آیات کا ترجمہ نصاب میں داخل ہے۔ جماعت نہم، دہم میں اگر کوئی طالب علم اختیاری اسلامیات کا پرچہ لے تو ۲۲- آخری مختصر سورتوں کا ترجمہ پڑھ لیتا ہے۔ ورنہ پھر ۱۵ سورتوں کا ترجمہ رہ جاتا ہے۔ جس میں سے دس کا ترجمہ پہلے ہی چھٹی، ساتویں جماعتوں میں پڑھ چکا ہے (نصاب سازی میں منصوبہ بندی کی یہ کیفیت دانشوروں کے لئے خاص طور پر توجہ کے لائق ہے)

(د) تفسیرِ کلام اللہ

انٹرمیڈیٹ میں اگر کوئی طالب علم اسلامیات کا مضمون اختیار کرے تو نصف سورہ بقرہ کی تفسیر پڑھ سکتا ہے۔ وہ بھی صرف آرٹس کا طالب علم (کیونکہ سائنس کے طلباء (حکماء) اسلامیات پڑھ ہی نہیں سکتے۔

نصف سورۃ بقرہ لاہور بورڈ میں ہے۔ پشاور بورڈ، حیدرآباد اور کراچی بورڈ میں صرف سات رکوع کی تفسیر شامل نصاب ہے۔ بی اے میں اگر کوئی طالب علم اسلامیات کا مضمون اختیار کرے تو پشاور یونیورسٹی میں سورۃ بنی اسرائیل اور آخری پارہ کا آخری ربع شامل نصاب ہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں سورہ محمد ﷺ، سورہ فتح

اور الحجرات یا ان کی جگہ سورۃ النساء داخلِ نصاب ہے۔ کراچی یونیورسٹی اور سندھ یونیورسٹی میں آخری پارہ کی آخری مختصر سورتوں کی تفسیر نصاب کا حصہ ہیں۔

یونیورسٹی کے آخری مرحلہ پر (جو طلبہ ایم اے علوم اسلامی کرنا چاہیں) ان کے نصاب میں تاریخ، ادب تفسیر اور اصولِ تفسیر کے علاوہ ترجمہ و تفسیر القرآن کا نصاب مندرجہ ذیل ہے۔

پنجاب یونیورسٹی میں ——— سورۃ المائدہ تا سورۃ التوبہ

کراچی یونیورسٹی میں ——— سورۃ البقرہ اور سورۃ بنی اسرائیل

پشاور یونیورسٹی میں ——— سورۃ بقرہ میں سے صرف ۹ رکوع (جو طالبعلم ایف اے میں پڑھ چکا ہے)

سندھ یونیورسٹی میں ——— کسی آیت کا ترجمہ و تفسیر بھی شاملِ نصاب نہیں۔

فنی تعلیم میں قرآن کی تعلیم

عمومی نظامِ تعلیم کے علاوہ پاکستان میں فنی تربیتیں اور پیشہ ورانہ تعلیم کے متعدد سکول، کالج، انسٹی ٹیوٹ، اکیڈیمیاں، بورڈ اور یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ صرف مغربی پاکستان کے اعداد و شمار یہ ہیں :-

ایک ایک انجینئرنگ یونیورسٹی، زرعی یونیورسٹی، ٹیکنیکل یونیورسٹی، ایجوکیشن بورڈ، میڈیکل کالج ——— ہومیو پیتھک کالج اور طبیہ کالج ۱۹۔

انجینئرنگ کالج	۳	لاء کالج	۸
کمرشل انسٹی ٹیوٹس	۲۴	کامرس کالج	۸
پولی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ	۲۲	ٹیچر ٹریننگ کالج	۹
ووکیشنل سنٹرز	۳۲		

اس کے علاوہ زرعی کالج، فاریسٹ کالج، امراضِ دندان کالج، طب حیوانات کالج، نیشنل کالج آف آرٹس، جسمانی تربیت کے کالج، افسران انتظامیہ کی تربیتی اکیڈیمیاں اور بری بحری فضائی فوج، پولیس کے تربیتی ادارے بھی موجود ہیں ——— مندرجہ بالا (۱۴۰) اداروں میں زیر تدریس اور زیر تربیت طلباء کی مجموعی تعداد پچاس ہزار کے قریب ہے لیکن سوائے ایک انجینئرنگ یونیورسٹی (جہاں صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر شاملِ نصاب ہے)

اور کہیں بھی کلام اللہ کا کوئی حصہ کسی صورت میں نصاب میں شامل نہیں ہے۔"

(ملاحظہ ہو سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر)

یورپین ٹائپ سکول میں قرآن کی تدریس؟ ان کے علاوہ ہمارے ملک میں ایک اور انداز تعلیم کے سکول بھی بکثرت ہیں جنہیں عرف عام میں یورپین ٹائپ سکول کہا جاتا ہے، یہاں بچوں کو بالکل انگریز بنایا جاتا ہے، پہلی جماعت سے بچے انگریزی بول چال اور مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھالے جاتے ہیں، لباس وضع قطع اور معاشرت غرضیکہ زندگی کے ہر موڑ پر یورپین تہذیب کا پیکر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا اور فیس کی شرح پہلی جماعت کے لئے پندرہ روپے ماہوار تک لی جاتی ہے۔ اس میں بچے عموماً سی ایس پی اور اعلیٰ گریڈ کے افسروں کے ہوتے ہیں، اور یہ ادارے اکثر عیسائی مشنریوں کے ماتحت ہیں۔ صباحی خطاب باقاعدہ بائبل کی تلاوت اور یسوع مسیح کی تصویر کے روبرو ہاتھ باندھ کر دعا (Cermon) سے شروع ہوتا ہے اور ان سکولوں کی نوے فیصد تعداد مسلمان طلبا پر مشتمل ہوتی ہے۔ گویا مسلمان قوم ہر ماہ لاکھوں روپے فیس کی صورت میں گرہ سے دینے کے علاوہ اپنے بچوں کی نقد متاع ایمان لٹا کر مستقبل میں عیسائیت کے لئے زم چارہ بنا دیتے ہیں، یہ سکول ہمارے معاشرہ میں بیحد مقبول اور معیاری سمجھے جاتے ہیں اور دن بدن ان کی مقبولیت اور تعداد بڑھ رہی ہے ایسے سکولوں کی تعداد مغربی پاکستان میں ۱۹۵۷ء میں ۲۸ تھی ۱۹۶۱ء میں یہی تعداد بڑھ کر ۸۲ ہو گئی ۱۹۶۶ء میں ۹۹ تک جا پہنچی اور ۱۹۷۱ء میں ۱۵۰ کے قریب اندازہ کی گئی ہے، جن میں کم و بیش پچاس ہزار بچے زیر تعلیم ہیں۔

ان سکولوں میں قرآنی تعلیم کی تدریس کا مسئلہ جب ہمارے محکمۂ تعلیم کے زیر غور آیا۔ تو ایک عجیب لطیفہ ہوا۔ اور تعجب ہوتا ہے کہ خود محکمۂ تعلیم کے ارباب حل و عقد بعض اوقات کیسے عقل و خرد سے عاری بلکہ مضحکہ خیز فیصلے کر جاتے ہیں

اول تو ایسے سکولوں میں قرآنی تعلیم کا پیوند ہی غلط ہے۔ جہاں سارا ماحول کلیتہً غیر اسلامی ہو وہاں پچیس تیس منٹ کے لئے اگر قرآن کریم کی چند غلط سلط آیات کی تدریس ہو بھی گئی تو اس سے

کون سے رازی و غزالی پیدا ہوں گے۔ یہ تو ایک بے فائدہ ہے، لیکن چونکہ اسی قرآنی تعلیم کے پردے میں ان مشنری اداروں کی مالی امداد مطلوب تھی لہٰذا فیصلہ کیا گیا۔ کہ ہر ایسے سکول میں محکمہ اپنی گرہ سے ایک ایک وسیع کمرہ تعمیر کرنے کے لئے خرچ برداشت کرے اور تعلیم کے لئے جو مولوی صاحبان مقرر کئے جائیں گے ان کی تنخواہ بھی محکمہ تعلیم ہی اپنے فنڈ سے ادا کیا کرے گا، خیال فرمائیے کہ صرف چند منٹ کی تعلیم اور وہ بھی برائے نام اس کے لئے شایان شان ہر سکول میں کمرے تعمیر کرائے گئے جنہیں قرآن سے زیادہ عیسائیت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور ہزاروں روپے ماہوار مدرس کی تنخواہیں دی جاتی ہیں، حالانکہ وہ مدرس اپنے آپ کو سکول کی عیسائی انتظامیہ کا ملازم تصور کرتا اور بیچارہ ایسا بھیگی بلی کی طرح وقت گذارتا ہے جیسے بتیس دانتوں میں زبان محصور ہے، میں نے ایسے اساتذہ کی افسوسناک حالت کو دیکھا ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ عیسائی اداروں کو ہی یہ مراعات کیوں دی گئی ہیں؟ باقی پرائیویٹ اعلیٰ درجہ کے اسلامی سکولوں کو کیوں درخور اعتناء نہ سمجھا گیا، ان عیسائی اداروں کو عمومی تعلیمی گرانٹ ہر سال الگ دی جاتی ہے اور قرآنی تعلیم کے نام پر لکھوکھا روپے الگ عطا فرمائے گئے

بریں عقل و دانش بباید گریست

اسی سلسلہ میں واضح رہے کہ جونیئر کیمبرج اور سینئر کیمبرج اداروں کے نصاب میں قرآن حکیم کی ایک آیت بھی شامل نصاب نہیں ہے

یہ ہے مختصر روئیداد اس "کتاب ہدیٰ" کی تعلیم کے متعلق اس مملکت خداداد پاکستان میں جس کے دعاوی لی ابتداء وانتہا قرآن ہے اور جس کی رعایا "حامل قرآن" کہلانے میں فخر محسوس کرتی ہے، جس کا ایمان یہ ہے کہ اس کتاب سے زیادہ اعلیٰ، سچی، اخلاقی اور فصیح و بلیغ عظیم آسمانی کتاب دنیا کی کسی دوسری قوم کے پاس نہیں ہے۔ اور یہ کہ اس کتاب پر ایمان لانا۔ اس کی ہدایات پر عملدرآمد کرنا اور اس کی تعلیماتِ عالیہ کی روشنی میں دین و دنیا کو استوار کرنا ہی ایک مسلمان کا مقصد حیات، منزل مقصود اور کعبۂ مطلوب ہے، آپ خود ہی اندازہ کرلیں کہ ہمارے ارباب دانش اپنے قول و فعل میں کہاں تک مخلص ہیں۔ اور یہ بھی پیش نظر رہے

کہ جو قوم اس طرح اپنے مرکز و محور کو پس پشت ڈال دے، پھر بزد دیا بدیر تاریخ امم ماضیہ کی روشنی میں اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔!!

اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر ہماری اس حرماں نصیبی کا علاج کیا ہے؟

عملی نقطہ نگاہ سے تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ جو لوگ دردمندی سے اس خسران مبین کا احساس رکھتے ہیں وہ اپنی جد و جہد کے لئے ایک منظم طریقے سے میدان عمل میں نکل آئیں اور ایسی راہ عمل متعین کریں جس سے ہمارے ارباب اختیار ، قرآنی تعلیم کو رائج کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

قوم نے اب تک اس بارہ میں عملی قدم کیا اٹھایا ہے؟ زیادہ سے زیادہ کچھ مضامین، کچھ ریزولیوشن، کچھ مذاکرے، کچھ نوٹ اور کچھ مرثیے۔ لیکن جناب رسالتمآب کی طرح نہ تو تبلیغ حق کی راہ میں پتھر کھاتے نہ ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح عملی نفاذ کے لئے مصائب و شدائد برداشت کئے

تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جو قومیں یا افراد کسی بلند مقصود کے لئے اپنا خون پیش نہیں کر سکتے۔ ان کی کامیابی محال ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

افسوس کہ ہم نے اب تک قرآنی تعلیم کے نفاذ کے لئے بحیثیت مجموعی نہ تو کوئی ہنگامہ خیز انقلابی قدم اٹھایا۔ اور نہ ہی ارباب اختیار کو عمل کی دنیا میں آنے کے لئے اس طرح متاثر کیا کہ وہ قوم کی موجودہ حرماں نصیبی اور ملت کی محرومی کے لئے اپنے آپ کو مجرم گردانتے۔

سب سے پہلے یہ عاصی اپنے آپ کو اس غفلت شعاری کا مجرم گردانتا ہے اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے ؎

سودا قمار عشق میں مجنوں سا کوہ کن کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشقباز،
بازی اگر نہ پا سکا سر تو دے سکا اے روسیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا۔

عبدالغفار اثر

علامہ نواب سید محمد صدیق حسن خان قنوجیؒ

ماہِ ربیع الاوّل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات اسی مہینے کی بارہ تاریخ کو ہوئی تھی۔

عیدِ میلاد النبیؐ: اس ماہ میں میلاد النبیؐ کی محفلیں اور مجلسیں کرنے کی کوئی شرعی دلیل نہیں۔ شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور قاضی محمد بن علی شوکانی نقشبندی و دیگر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ہمیشہ اس امر کو بدعت و ضلالت قرار دیتے چلے آئے ہیں۔

بدعتِ حسنہ جو لوگ اسے "بدعت حسنہ" قرار دیتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ کسی بھی صحیح یا ضعیف وغیرہ حدیث سے کسی بھی بدعت کا "بدعت حسنہ" ہونا ثابت نہیں[1] بلکہ صحیح حدیث میں ہر قسم کی بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ " (ہر بدعت ضلالت ہے)

بدعت کے بہتر دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ وہ ہے جسے لوگوں نے "بدعت حسنہ" کا نام دے رکھا ہے۔ بہت سے اہل سنت بھی (جو اس حقیقت سے ناواقف ہیں) اسی دروازے سے بدعات میں داخل ہو گئے ہیں۔

حُبِّ رسول اور اس کا اظہار اس مہینے کی فضیلت کے متعلق کوئی حدیث نہیں ملتی اور نہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم آپ کی ولادت کی خوشی میں اظہار ارادت کے لئے محفل آرائی کریں۔ یہ محفل آرائی معصیت پیرائی ہے۔ ہمارے سلف صالحین میں کسی نے بھی میلاد النبیؐ نام کا کوئی نمونہ نہیں چھوڑا۔ حالانکہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حقیقی محبت تھی۔ وہ ہمارے عوام و خواص میں کب پائی جاتی ہے۔ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرے اور پھر بدعات کا بھی مرتکب ہو، وہ بد دماغ یا مجنون ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر مسلمان کو اپنے ماں باپ، اولاد، خویش اقارب اور ہر کسی سے زیادہ محبت ہونی

[1] یعنی بدعت اصطلاحی ۱۲ (ادارہ)

چاہیے ورنہ ایمان کی خیر نہیں۔ لیکن یہ محبت اسی انداز سے ہونی چاہیئے جو کتاب و سنت سے واضح ہو۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم محبت کے لیے نئے نئے انداز اختیار کریں اور نئی نئی باتیں پیدا کر کے بدعتی بنیں۔ علمائے حنفیہ نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے کہ معمولی معمولی سنتوں پر عمل کرنے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور بدعت حسنہ کرنے سے دل سیاہ پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ قلبی نورانیت بالکل ختم ہو جاتی ہے (خدا ہمیں اس حالت سے محفوظ رکھے) شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں یہی بات تحریر فرمائی ہے معروف حنفی عالم ملا علی قاری نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ مسنون طریقہ پر استنجا کرنا مدرسہ اور سرائے بنانے سے بہتر ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں فرمایا ہے کہ جس مسئلہ میں علماء اور صوفیہ کے درمیان اختلاف ہو اس میں حق ہمیشہ علماء کے ساتھ ہوتا ہے۔ میلاد النبی منانے کے سلسلہ میں بھی علمائے ربانی کا اتفاق ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں اور یہ ہر حالت میں بدعت ہے جو نتیجۃً گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

ڈاکٹر تقی الدین ہلالی
پروفیسر مدینہ یونیورسٹی
مولانا عبدالسلام کیلانی مدنی (مترجم)

تعلیم و تربیتِ نسواں

افراط و تفریط کے درمیان اسلام کی راہِ اعتدال

(قسطِ اول)

اس مسئلہ میں لوگوں کی تین مختلف آراء ہیں۔

پہلی رائے یہ ہے کہ عورتوں کو بغیر کسی تفہیم و تفسیر کے صرف سادہ قرآن مجید کی تعلیم دی جائے ان کی نظر میں یہی رائے عمدہ ترین اور یہی نظریہ باقی تمام نظریات سے درست ہے، ہمارے آباؤ اجداد —جو ہم سے بہتر تھے— ان کی روش بھی یہی تھی۔ تعلیم نسواں ان کے اخلاق کو بگاڑ دیتی ہے، کیونکہ ناخواندہ عورت شیطان سیرت مردوں کی دسترس سے دور رہتی ہے، بدیں وجہ کہ قلم بھی —جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں— ایک زبان ہے۔ جس کے شر سے ان پڑھ عورت محفوظ رہے گی۔ اس پر مستزاد یہ کہ جب وہ حجاب متین اور پردۂ کثیف اوڑھ لے گی تو دوسری زبان کے شر سے محفوظ ہو کر جنسی بے راہ روی سے مکمل طور پر امن میں رہے گی ہم کتنی طالبات کو جانتے ہیں کہ وہ بحالت اسلام، پارسائی، عربی مروت اور اس کی پاسبانی کے ہوتے ہوئے بھی تعلیم اور صرف تعلیم ہی کی وجہ سے برائی کی لپیٹ میں آ گئیں !! چہ جائیکہ عصر حاضر ہو جس میں عیش و عشرت کی رَو ہلاکت کے گڑھے تک پہنچ چکی ہے، بیماری معالج کے اختیار سے باہر ہے، تو ایسے دور میں تعلیم نوجوان لڑکی کے پاکیزہ ذہن کو پراگندہ، غیروں سے آشنائی کا جذبہ اور گندے خیالات کو جنم دینے کا باعث بنے گی۔

حدیث میں ہے، لَا تُسْكِنُوهُنَّ الْغُرَفَ وَلَا تُعَلِّمُوهُنَّ الْكِتَابَةَ وَعَلِّمُوهُنَّ الْمِغْزَلَ وَسُوْرَةَ النُّوْرِ، "ان کی رہائش بالاخانوں پر نہ رکھو۔ لکھائی نہ سکھاؤ، بلکہ تکلہ (یعنی کاتنے)، اور سورہ نور کی تعلیم دو۔"

تو یہ ہے عورت کی صحیح تربیت، کیونکہ لکھنے کا سلیقہ بدکار آدمیوں سے خط و کتابت کا ذریعہ ہے بالاخانوں میں رہائش گفت و شنیدہ کا سبب بنے گی، خواہ اشارے کنایوں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور تکلہ (کاتنے) کی تعلیم نفع بخش مشغلہ ہے، کیونکہ اس میں بدن اور دماغ کی ریاضت اور محنت کے علاوہ مادی فوائد بھی موجود ہیں، جو گذر اوقات میں معاون ہوں گے، سورۂ نور کی تعلیم انہیں پاکیزہ زندگی پر آمادہ کریگی اس لئے کہ اس سورۃ میں حد زنا، بہتان تراشی اور ان سے متعلقہ زجر و توبیخ کا ذکر حکم لعان[1]، اس سے پیدا ہونے والی عار اور رسوائی کا بیان ہے، نیز اس میں ایک بہت بڑے طومار کا ذکر ہے، جو ایک نہایت پاکباز اور بے قصور خاتونؓ پر باندھا گیا۔ اور یہ بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص، ایماندار، پاکباز اور بے قصور عورتوں پر بھی افترا پردازی سے بھی باز نہ آئے اس کے لئے اللہ رب العزت نے دنیا و آخرت میں کس درجہ کی شدید ترین سزا مقرر فرمائی ہے، اس سورہ میں ایماندار مرد ہوں، یا عورتیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے نگاہ نیچی رکھنے کا حکم صادر فرمایا ہے، نیز عورتوں کو اجنبیوں یعنی جن سے نکاح حلال ہو لیکن نکاح نہ ہوا ہو، ان کے سامنے اظہار زیبائش اور نمائش حسن سے روک دیا ہے۔

قسم خدا کی! یہ نوجوان لڑکی کے لیے بہترین ادب ہے، اگر لوگ اس حدیث پر عمل کرتے تو عورتوں کی اصلاح ہو جاتی اور لوگ ان میں نیکی اور پارسائی کے وہ نمونے پاتے جو زمانۂ قدیم سے مفقود ہیں،

---

(۱)، جب خاوند بیوی پر تہمت لگاتے اور گواہ نہ ہوں تو وہ عدالت میں حاضر ہو کر چار عدد قسمیں کھاتا ہے کہ وہ سچا ہے، اور پانچویں دفعہ کہتا ہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں، اگر عورت خاموش ہو جائے تو وہ سنگسار کی جاتی ہے، لیکن اگر وہ بھی جواب میں اسی طرح چار قسمیں کھائے کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو اگر وہ سچا ہو تو وہ اس سزا سے بچ جاتی ہے، اگر اس موقعہ تہمت کی اولاد پیدا ہو جائے تو وہ اگرچہ عورت کی ہوگی، لیکن پھر بھی عورت کو زانی نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی مرد کو جھوٹا کہا جاتا ہے، بلکہ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ خدا جانتا ہے، کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے اسے شریعت مطہرہ میں لعان کہا جاتا ہے کیونکہ ہر ایک لعنت و غضب کی قسمیں کھاتا ہے

مترجم

دوسری رائے عورتوں کو انگریزی تہذیب کے دعویداروں کے طریقۂ تعلیم کے مطابق تعلیم دی جائے، ان کا کہنا ہے کہ ہمیں زیادہ قیل و قال اور فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں دنیا میں بعض قومیں اوج ترقی پر فائز ہیں اور خوش قسمتی ان کے قدم چومتی ہے جب کہ کئی دوسری قومیں ذلت، پستی، غلامی اور بدبختی سے دوچار ہیں، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی خوش قسمتی اور ان کی بدقسمتی کا سبب محنت اور مال ہے جس کی بنا پر ہم تہیا کر چکے ہیں، کہ ترقی یافتہ قوموں کی تقلید کریں تاکہ ہمیں وہی مقام حاصل ہو جائے، ہم درس و تدریس میں، تعلیم و تربیت میں، انداز فکر، لباس، معاشرہ اور نظام دستور میں غرضیکہ ہر معاملہ میں ان کے نقش قدم پر چلیں گے، اور اسی ضمن میں تعلیم نسواں، عورتوں کی آزادی اور ہر ممکن معاملہ میں بلا قید و بند مرد و عورت کے حقوق کی مساوات بھی ہے، ہمارا اسی پر ایمان ہے اور اسی کی تنفیذ کے لئے کوشاں ہیں۔

لیکن تمہارا یہ کہنا کہ عورتیں اپنے گھروں میں دفن رہیں، انہیں اپنے مال و متاع اور ضروریات زندگی میں کسی قسم کا تصرف کا حق نہ ہو حتیٰ کہ کھلی فضا میں سانس تک نہ لے سکیں۔ اور ضرورت پڑنے پر گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں اسے دیکھتے سے روک دینا۔ پھر تم نے یہاں تک غلو کیا کہ اس کی آواز کو بھی موجب شرم قرار دیا۔ اس کا حق وراثت مرد کی نسبت ناقص یعنی آدھا قرار دیا لیکن اے کاش! اس کا نصف بھی تو سالم رہ جاتا، کہ اس پر پردہ نشینی لازم اور لابدی قرار دی گئی تو اس کے خارجی امور کا نگران، اس کا بھائی، باپ اور چچا زاد ٹھہرا، تو یوں سمجھو کہ آپ کا عطا کردہ نصف بھی ہضم ہو گیا اس لئے کہ بسا اوقات یہی قریبی رشتہ دار از خود اس کے مال پر ناگ بن جاتا ہے اور سب کچھ غصب کر کے کھا جاتا ہے، لیکن عورت، تو وہ بوجہ حجاب اپنے جائز حق کو تلف ہوتے دیکھ کر بھی کسی کچہری یا عدالت میں مطالبہ تک پیش نہیں کرتی صرف وہ گھر کی جیل میں پردہ نشین ہو کر اپنے خدا سے مردوں کے جور و ستم کا شکوہ کرتی رہتی ہے، پھر معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ یہ دنیا، اپنے نصف جن سے مراد مستورات وغیرہ ہیں ان کے بارے میں خواہ یورپین قوموں کی رائے تسلیم کر لیں کہ یہی نصف افضل ہے، خواہ اسے باقی ماندہ نصف یعنی مردوں کے ہم پایہ تسلیم کر لیا جائے ـــــ ان کی رونق سے محروم ہو جاتا ہے، کیا ایسی قوم دنیا

میں زندہ رہ سکتی ہے جس کا نصف تو بالکل مردہ ہو اور باقی جہالت اور پستی کی وجہ سے بالکل ناکارہ ہو حالانکہ یہ امر مسلّم ہے کہ ترقی ناقابلِ تقسیم ہے، یا تو ماں، باپ اور اولاد سب ترقی یافتہ ہوں اور یا پھر سب ذلت اور رسوائی کی زندگی بسر کر رہے ہوں، کیا کبھی ایسی قوم بھی سننے میں آئی ہے کہ مرد تو شائستہ اور مہذب ہوں، لیکن عورتیں جہالت، وحشت اور بدویت کی زندگی بسر کر رہی ہوں۔

اور کیا وجہ ہے کہ عورت حکمران، ملکہ، صدر مملکت، وکیل، نوابوں کی مجلس کی نائب اور پبلک کے ذمہ دار اور صاحب حیثیت لوگوں کی سربراہ نہیں بن سکتی؟ کیا ان تمام امور کے انتظام کا دارومدار عقل و تدبر اور فہم و فراست پر نہیں؟ کیا آپ لوگ اتنے دلیر ہیں کہ عورت کو عقل و فہم اور سوچ بچار سے کلیتہً عاری سمجھتے ہیں اور آپ کے نزدیک اس کا کام ڈھور ڈنگر کی طرح صرف افزائش نسل ہے اگر تمہارے یہی خیالات ہیں تو تم نے اپنی ہی ماؤں کو نہایت ذلیل و خوار کیا۔

مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ ایسے خیالات کا نتیجہ ماسوائے اس کے کچھ نہیں ہوگا کہ قوموں کو اوج ترقی سے ذلت کے گڑھے میں پھینک کر ان پر سستی اور کاہلی کی چادر پھیلا دیں۔ اسی پر بس اکتفا نہیں بلکہ قوموں کو جہالت اور دیوانگی کے قبرستان میں دفن کر دیں۔

کئی لاکھ عورتیں آخری جنگ عظیم میں شریک ہوئیں۔ اگر تمہاری اس بری رائے کو من و عن تسلیم کر لیا جائے تو کوئی ایک عورت بھی ایسی نہ ملے گی جو کہ گھروں کے قبرستانوں سے نکل کر وطن کے دفاع میں ایک تیر تک چلا سکے۔

اور جو تم نے عفت و عصمت کی رٹ لگا رکھی ہے تو یہ صرف ایک عادت ہے اور عادتیں ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں، اگرچہ زمانہ ماضی میں اس پاک دامنی کا اعتبار تھا لیکن آج اس کی حیثیت مذاق اور تمسخر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، مطلق العنان حکومتیں اور دنیاوی جاہ و جلال سے بہرہ مند ملکوں میں تمام شریف لوگ جن میں فلسفی، عالم، امیر اور وزیر شامل ہیں۔ وہ ایسے معاملات کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے اور نہ ہی ایسی باتوں کا محاسبہ کرتے ہیں، ان کا طرز عمل یہی ہے کہ لڑکی جب سن بلوغت کو پہنچ جائے تو وہ اپنے نفس کی خود مختار ہے، جو چاہے کرے، جس سے چاہے تعلقات پیدا کرے دن رات اکیلی پھرے، ہم

تو ان قوموں کے طرز عمل کو ہی اپنائیں گے اور ہر معاملہ میں ان ہی کی تقلید کریں گے۔

تیسری رائے | یہ رائے پہلی دونوں آراء کے بین بین ہے، یہ رائے پچھلی دونوں رایوں کے نقائص اور غلطیوں سے پاک اور ان کی خوبیوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے، اور یہ اس طرح کہ اولاً ان کی ایسی تعلیم سے انکار نہیں کیا جا سکتا جس سے عورت امور خانہ داری، گھریلو سہولتوں اور ان کے انتظام سے واقفیت اور نیک بچے اور بچیوں کے لئے ایک نیک ماں بننے کی صلاحیت سے متصف اور بہرہ مند ہو سکے۔ ثانیاً جس سے عورت زندگی کے تمام شعبوں میں، خواہ وہ معاشں سے متعلق ہوں، حرب و ضرب سے یا طبعیات سے ہر شعبۂ حیات میں مرد کی ممد اور معاون ثابت ہو۔

تیسری رائے رکھنے والوں کی نظر میں، پہلی رائے کے قائل افراط میں مبتلا رہیں جب کہ دوسری رائے رکھنے والے تفریط کا شکار ہیں اور یہ دونوں ہی قابل نقد و جرح ہیں ابھی پہلی رائے کا حال سنئے

اوّل الذکر رائے کی غلطی۔ | آپ کا عورت کو تعلیم سے بالکل منع کر دینا یا صرف سادہ قرآن مجید کی تعلیم تک محدود رکھنا جادۂ مستقیم سے بہت دور ہے، کیونکہ یہ نہ تو اسلامی رائے ہے اور نہ ہی یہ عقل اور سائنس کا تقاضا ہے، خواہ تم اسے اسلام کا نام دیتے رہو اور اسی پر تفریعات (فروعی مسائل) پیدا کرتے رہو (یہ اسلامی نہیں ہو سکتی) حتیٰ کہ آپ نے (اپنی رائے کو مضبوط کرنے کے لئے) محدثین کے نزدیک ایک کمزور ترین اور ساقط الاعتبار حدیث سے حجت پکڑی ہے یہ تو بلحاظ روایت ہے، اور اگر سند سے قطع نظر صرف معنی کی طرف غور کریں تو وہ بھی اس حدیث کے بطلان کا غماز ہے، کیونکہ ازواج مطہرات امہات المؤمنین بھی خواندہ تھیں، ان کے علاوہ اور بھی کئی صحابیات تابعیات اسی طرح وہ محدثات و حافظات خواتین ——— جن سے محدثین کرام روایات اخذ کرتے تھے ——— بھی لکھنا پڑھنا جانتی تھیں حتیٰ کہ کتب اسماء الرجال (وہ کتابیں جن میں حدیث کے راویوں کے حالات زندگی پر تبصرہ ہوتا ہے) مثلاً تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال، لسان المیزان، خلاصہ تذہیب الکمال اور ان سے پہلے طبقات ابن سعد اور کئی دوسری کتب تاریخ و رجال میں بے شمار عالم، فقیہہ اور ادیب عورتوں کے حالات زندگی درج ہیں۔ اور یہ اس زمانے کی بات ہے، جب کہ چار دانگ عالم میں اسلامی عظمت کا ڈنکا بج رہا تھا اور

دشمنان اسلام ذلت اور شکست سے دوچار ہے۔

ہاں تمہارے وہ متاخرین آباؤ اجداد جن کے اتباع میں تم اپنی عورتوں کو جہالت کے اندھیروں میں رکھنا چاہتے ہو، وہ کبھی بھی اتباع کے اہل نہیں تھے، کیونکہ ان کا زمانہ جہالت کا دوسرا دور تھا، اور آج اسلام جن مصائب سے دوچار ہے وہ ان ہی کی کرم فرمائیوں کا نتیجہ ہے۔ اس کے باوجود ہم یہ بات تسلیم کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں کہ تمہارے آباؤ اجداد میں اہل علم حضرات بھی ایسی نکمی باتیں کیا کرتے تھے اور یہ تسلیم کیونکر کریں کیونکہ ان کے دور میں بھی ادیب اور عالم عورتیں اگرچہ تعداد میں بہت کم تھیں لیکن خیر و برکت کا وجود بالکل عنقا نہیں تھا، تمہارا یہ مزعومہ کہ قلم بھی ایک زبان ہے، اور جب عورت اس زبان سے ناواقف ہو، اور سخت قسم کے پردے میں ملبوس رہے تو ہر دو زبان کے شر سے محفوظ رہے گی، تو یہ سخت غلطی ہے، کیا آپ اس بات سے ناواقف ہیں کہ جس عورت کی تربیت غلط ہو خواہ وہ گونگی بہری ہی کیوں نہ ہو اور کسی ڈبیہ میں ہی بند کیوں نہ ہو۔ اس کی حفاظت ناممکن ہو جاتی ہے لیکن جو لڑکی عفت اور پاکدامنی میں پروان چڑھتی ہو وہ مردوں میں رہ کر بھی بغیر کسی شک و شبہ کے، برائی سے بچ جاتی ہے، چنانچہ خواتین (غلبۂ اسلام کے دور میں) میدان جنگ میں اپنے مردوں کے ساتھ ہوتیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات بھی غزوات اور حج میں ہم سفر ہوتیں، صحابہ کرام کی بیگمات اپنے گھروں کی چار دیواری میں ہی پردہ نشین ہو کر ہی نہ بیٹھی رہتیں، بلکہ ضرورت پڑنے پر گھروں سے باہر آجاتیں، گھوڑوں کو چارہ ڈالتیں، اپنی ملکیت میں محنت کرتیں، اور عورتیں رسول اللہ (صلعم) کے بعد بھی جنگوں میں شریک ہوئیں، یہ سب کچھ کتب حدیث میں مذکور ہے، جنہیں ذکر کر کے مضمون کو طول نہیں دینا چاہتے اور یہ تمام امور ان عورتوں کے پختہ ایمان اور کمال عفت کی وجہ سے ان کے لئے نقصان دہ نہ ہوئے

حاصل کلام یہ ہے کہ صرف تعلیم نہ تو عورت کو نیک بناتی ہے۔ اور نہ ہی برائی کی طرف رغبت دیتی ہے۔ اگر وہ خود نیک ہوئی تو یہ تعلیم اس کو نیکی کے ہتھیاروں سے مسلح کر دے گی۔ اور اگر اس کی تربیت غلط ہوئی تو تعلیم کے بعد اور بگڑ جائیں گی، کیوں کہ خواندگی اور لکھنے کا ڈھنگ ایک آلہ کی حیثیت رکھتے

ہیں جنہیں اچھے برے ہر مقام میں استعمال کیا جا سکتا ہے

رہا سورۃ نور کی تعلیم، تو یہ اخلاق و آداب سکھانے کا بہترین گر ہے، یہ بیش قیمت ذخیرہ اور بہت بڑا خزانہ ہے، لیکن نوجوان لڑکی کو چاہیے کہ قرآن مجید کی دوسری سورتوں کی تعلیم سے بھی غافل نہ ہو، پھر تعلیم قرآن قراءت کے بغیر ناممکن ہے، جو معرفت معانی اور مفاہیم کے بغیر نتیجہ خیز نہیں اور یہ (یعنی معانی و تفسیر) صرف، نحو اور لغت کے علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے، جنہیں حاصل کرنے کے لئے پڑھنا لکھنا سیکھنا ضروری ہے، جس سے تم نے منع کیا تھا۔ اور یہ تناقض ہے جس کا تمہیں احساس بھی نہیں ایسے ہی لوگوں کے لئے شاعر نے کہا ہے۔

یصیب وما یدری ویخطی وما دری

وکیف یکون النوک الاکذالکا!

ترجمہ:۔ (صحیح کرے تو بھی ناواقفیت میں، غلط کرے تو بھی لاعلمی میں یہ جہالت اور بیوقوفی اسی کا نام ہے،)

تکلہ کی تعلیم یہ چیز تو اچھی ہے، لیکن معاشرہ میں اس سے زیادہ اہمیت کم از کم امور خانہ داری اصول حفظان صحت اور تیمار داری وغیرہ کو حاصل ہے

آپ کا یہ کہنا بجا ہے کہ نوجوان لڑکی اس زمانے میں اگر خواندہ ہو تو مخرب الاخلاق اخبارات اور رسائل پڑھ کر مختلف قسم کی بری چیزیں اس کے ذہن میں سرایت کر جاتی ہیں، لیکن ان پڑھ عورت کو بھی ایسی واقفیت سینما بینی سے حاصل ہو سکتی ہے، خواہ اپنے نگران کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ایک ہی فرصت میں حاصل کر سکے۔ یہی خبریں اسے ریڈیو کے ذریعے بھی پہنچ سکتی ہیں، اسی طرح یہی خیالات مہمان خواتین کی آمد و رفت اور گفت و شنید سے بھی پیدا ہو سکتے ہیں، جب فضا ہی خراب ہو جائے تو عصمت پسند کو اس کی علیحدگی فائدہ نہیں دے گی

دراصل کرنے کا کام جو ہے وہ یہ ہے کہ تعلیم نسواں کی کلیتہً مخالفت کی بجائے ان کے موجودہ نصاب تعلیم پر تنقید کر کے اور اصلاحی تجاویز پیش کر کے حکومت سے ایسے مکمل نصاب تعلیم کے نفاذ کا

مطالبہ کریں جس میں نوجوان لڑکیوں کی صحیح تربیت کی ضمانت ہو، تو یہ نہایت ہی موزوں ہو گا۔

ثانی الذکر رائے کی غلطی اس کے برعکس دوسری رائے پیش کرنے والے لوگوں نے افراط سے کام لیا ہے، اور شرعی اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے ہیں، ہم ان کے دلائل کا بھی تجزیہ کرتے ہیں۔ اور ان کے دماغ میں جو لاطائل اور مردود بہانے ہیں ان کا پول کھولتے ہیں، جو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

آپ کا یہ کہنا درست ہے کہ اقوام عالم دو طرح کی ہیں کچھ ترقی پذیر اور خوش بخت ہیں، اور دوسری ذلیل اور بد بخت ہیں۔ اور آپ کا یہ قول — کہ بخت آور اقوام اپنی محنت اور حالات کی مساعدت سے اس مقام دشوار پر پہنچے ہیں — بھی صحیح ہے لیکن یہ ایک مجمل کلام ہے، جس کی تفصیل اور وضاحت ضروری ہے، کیونکہ اسی اجمال کے بل بوتے پر آپ کو مغالطہ دینے کا موقعہ ہاتھ آیا ہے، اور اس اجمال کی تفسیر یہ ہے کہ خود اقوام یورپ (جن کو آپ ترقی پذیر سمجھتے ہیں) کی عادات و اطوار ایک دوسری سے نہایت مختلف ہیں۔ جن کی بنا پر ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔

چنانچہ کیتھولک فرقہ کا مقلد شخص کسی پروٹسٹنٹ عقیدہ والی عورت سے شادی نہیں کر سکتا اور اگر کوئی شخص ایسی جرأت کر بیٹھے تو گرجا کی طرف سے اس پر عقاب محرومیت (جسے ہمارے ہاں حقہ پانی بند کہتے ہیں) نازل ہوتا ہے، اور یہ ایک بہت بڑی اجتماعی مصیبت ہوتی ہے، البتہ تحدید تعزیر میں اختلاف ہے، حتیٰ کہ یہی سزا (بسا اوقات) بغیر کسی رو رعایت کے ایک دوسرے کی موت کا سبب بن جاتی ہے، عورتوں کے بارے میں بھی ان کے نظریات یکساں نہیں بلکہ متضاد ہیں، چنانچہ بعض نظریات تو عورت کی نگرانی اور مکمل حفاظت کرتے ہیں، جب کہ بعض دوسری اقوام قانونی طور پر سن بلوغت پر پہنچنے کے بعد اسے مطلق العنان سمجھ کر ہر طرح کی آزادی دے دیتے ہیں، اور بعض قومیں مثلاً تینوں اس منطق کا سہارا لے کر کہ معاشرے کی خرابی ایک ہی جگہ پر منحصر رہے اور سارا معاشرہ گندا نہ ہو ایک متعین اور محدود مقام کے لئے عصمت فروشی کو قانونی طور پر جائز قرار دیتے ہیں، یہ لوگ کسبیوں کے ساتھ کچھ نرمی کا سلوک کرتے ہیں، اور بعض قومیں مثلاً جرمن اور برطانوی ایسی بھی ہیں جو قانونی عصمت

فروشی کو حرام قرار دیتے ہیں اور یہ بدکار عورتوں پر نہایت سختی کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ انہیں مکھیوں کی طرح قابل نفرین اور حقیر طبقہ خیال کرتے ہیں۔ اس صورت میں کسی فاحشہ عورت کے لئے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ شرفاء اور اصحاب مروت لوگوں سے ملاقات بھی ہو سکے، ان کی حیثیت بقول شاعر ؎

لتقعدن منی مقعد القصی

منی ذی القاذورۃ المقلی

"تو ضروری اور دائمی طور پر مجھ سے اچھی طرح ہٹ کر رہے گا، جس طرح قابل نفرت اور راندے ہوئے لوگ دور رہتے ہیں" پھر زیر غور مسئلہ میں اقوام یورپ کا تساہل (بے پرواہی برتنا) ان کے تمدن اور ترقی کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس تساہل کا ان دونوں مسئلوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ تو ایک عادت ہے جو انہیں زمانہ جاہلیت و نادانی کے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملی ہے، اسی طرح بحرابیض متوسط کے جوار میں ایسی غیر یورپین اقوام موجود ہیں جنہیں بربری کہتے ہیں جن کے ہاں اسلام کا صرف نام باقی ہے، مثلاً ابن میکیلا، آیت سخمان، اشیترن، آیت اسحاق اور آیت ہلودی وغیرہ، یہ لوگ اپنے رنگ اور ٹھنڈے خون کی وجہ سے شمالی یورپ کے باشندوں سے ملتے جلتے ہیں، ان میں غیرت کالعدم ہے میں نے انہیں خود دیکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کرتا ہوا دیکھ لے تو ہوائی فائر کرتا ہے۔ غرض یہ نہیں ہوتی کہ ان دونوں میں سے کسی کو گزند پہنچے بلکہ غرض یہ ہوتی ہے کہ اس وقوعہ کی اطلاع عام ہو جائے۔ ہوائی فائر سن کر لوگ ہر طرف سے امڈ آتے ہیں۔ خاوند کہتا ہے کہ لوگو! گواہ رہنا کہ فلاں شخص کو میں نے اپنی بیوی کے ساتھ بدفعلی کرتے دیکھا ہے۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تیری تائید میں چشم دید واقعے کی گواہی دیں گے۔ پھر جب عام قبیلہ اکٹھا ہو جاتا ہے تو خاوند اسے عدلیہ میں لے جاتا ہے۔ جب اپنے پیشواؤں اور صاحب حیثیت لوگوں کے سامنے پیش ہو جاتا ہے تو اس پر دعویٰ دائر کر دیتا ہے، گواہ بھی آکر گواہی دے جاتے ہیں، ان سب چیزوں کے باوجود مجرم صاف مکر جاتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں نے کچھ نہیں کیا، تو اس کے سر پر ایک طبق (تھال) رکھ دیتے ہیں جس کا مدعا یہ ہوتا ہے (اس جرم کی پاداش میں بطور جرمانہ اور سزا) خاوند کو ایک عدد بنڈھا اور چھ ریال دیدے، لیکن مجرم پھر بھی اپنے

انکار پر مصر رہتا ہے، جس پر خاوند اسے قتل کرنے کے درپے ہو جاتا ہے مگر لوگ بیچ بچاؤ کر کے صلح کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ خاوند جرمانے کی ایک شق کو معاف کر دیتا ہے، خواہ مینڈھا یا چھ ریال کوئی ایک معاف کر دیتا ہے۔ اور دوسری چیز لے لیتا ہے، (یعنی خاوند کے ہاں بیوی کی آبرو ریزی صرف چھ ریال یا مینڈھا کے عوض برداشت کی جاسکتی ہے) ہم دور کیوں جائیں صحیح بخاری میں ہے "کہ ایک شخص کے ہاں کوئی نوکر تھا جس نے اس کی بیوی سے بدکاری کی، اس نے ایسے لوگوں سے مسئلہ پوچھا جن کے متعلق وہ گمان میں تھا کہ یہ عالم ہیں انہوں نے فتویٰ یہ دیا کہ نوکر عورت کے خاوند کو سو[1] بکری دیدے جسے نوکر کے باپ نے اپنے بیٹے کی طرف سے ادا کر دیا پھر اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے فیصلے کو غلط گردانا اور فرمایا کہ بکریاں نوکر کے باپ کو واپس دلائی جائیں اور نوکر کو سو درے مارے جائیں اور ایک برس کی جلا وطنی کی مزید سزا دی جائے عورت کے متعلق انیس نامی ایک شخص کو (معاملے کی تحقیق کے لئے) بھیج کر فرمایا کہ اگر وہ اقبال جرم کرے تو اسے رجم کر دو۔"

مدعا یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے عربوں میں بھی ایسے بربری طرز کے فیصلے پائے جاتے تھے، جنہیں اسلام نے منسوخ کر دیا۔ بشر بہر حال بشر ہے، کوئی قوم کسی دوسری قوم سے صرف اخلاقِ انبیاء اور علوم تمدن کے زیر اثر ہی ممتاز ہو سکتی ہے، اور جس شخص کو یہ دونوں چیزیں میسر ہوں اسے بہت بڑی سعادت نصیب ہوئی۔

قصہ کوتاہ! کہ اقوام یورپ کا عورتوں کے بارے میں بے پرواہی برتنا ان کی جدید ترقی کا نتیجہ نہیں

---

(۱) صحیحین کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ نوکر کے باپ نے لوگوں سے پوچھا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کو رجم کیا جائے گا۔ جس کے فدیہ میں اس نے ایک سو بکری اور ایک عدد لونڈی دیدی پھر اہل علم نے رجم کی بجائے سو کوڑوں اور ایک سال کی جلا وطنی کا ذکر کیا۔ جس پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ پہلی آراء کا محاکمہ ہو سکے اور صحیح فیصلہ معلوم ہو جائے، ۱۲، مترجم۔

بلکہ اس سلسلے میں وہ اپنے اسلاف کے پیرو کار ہیں، جسے انہوں نے اپنے عمل کے علاوہ تمثیلی کہانیوں (فلموں) کی اختراعات وتصنیفات سے برقرار رکھا ہے۔

عورت کی آزادی اسے صرف بے نقاب کرنے یا آبرو کو خطرے میں ڈالنے پر ہی موقوف نہیں بلکہ پردہ نشینی کمال عفت اور پارسائی کے باوجود بھی عورت آزاد رہ سکتی ہے، جبکہ عصمت کی انتہائی بے راہ روی کے باوصف عورت غلامی کا شکار ہوتی ہے۔ (مسلسل)

مُعلّم اور مربی کیلئے....

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُعَلِّمُ غَيْرَهُ ، هَلَّا لِنَفْسِكَ كَانَ ذَا التَّعْلِيمُ ،

اے دوسروں کو تعلیم دینے والے یہ وعظ وارشاد تیرے لئے کیوں نہیں؟

اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَانْهَهَا عَنْ غَيِّهَا فَإِذَا انْتَهَتْ عَنْهُ فَأَنْتَ حَكِيمٌ ،

پہلے اپنے نفس کو تعلیم دے، اسے سرکشی سے روک، اگر تُو نے اسے سرکشی سے باز رکھ لیا تو پھر تو واقعی دانا شخص ہے

فَهُنَاكَ يُقْبَلُ مَا تَقُولُ وَيُقْتَدَى بِالْعِلْمِ مِنْكَ وَيَنْفَعُ التَّعْلِيمُ ،

جب یہ مقام پالیا تو تیری ہر بات منظور!! تیرا علم قابل اتباع اور تیری تعلیم نفع بخش ہوگی

تَصِفُ الدَّوَاءَ لِذِي السَّقَامِ مِنَ الضَّنَا كَيْمَا يَصِحُّ بِهِ وَأَنْتَ سَقِيمٌ ،

تو دوسرے لاغر مریضوں کی صحت یابی کے لئے تو علاج تجویز کرتا ہے حالانکہ تُو خود بیمار ہے

وَأَرَاكَ تُلْقِحُ بِالرَّشَادِ عُقُولَنَا نُصْحًا وَأَنْتَ مِنَ الرَّشَادِ عَدِيمٌ ،

میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تُو خیر خواہی سے، ہمیں صحیح راہنمائی دینا چاہتا ہے جس سے تو خود عاری ہے

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ عَارٌ عَلَيْكَ إِذَا فَعَلْتَ عَظِيمٌ ،

ایسے کام سے منع نہ کر جس کا تو خود بھی مرتکب ہے، اگر منع کرنے کے باوجود خود بھی کرتا پھرے تو یہ بہت شرم کی بات ہے۔

پروفیسر الحاج مولانا کریم بخش صاحب

حدیث کے بغیر قرآن فہمی مشکل ہے

بطور نمونہ چند آیات

آپ بعض وہ آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں جن کی تفسیر و تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام اور تابعین علیہم الرحمۃ والرضوان کی تفسیر کے بغیر ہرگز ہرگز ممکن ہی نہیں۔ ورنہ سوائے عقلی ڈھکوسلوں کے اور کچھ نہیں ہوگا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں رسوائی ہے۔ اب تبلائیے کہ ذیل کی آیات کی تفسیر کیا کی جائے ــــ؟

الصلوۃ الوسطی | حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (پ ۲ ع ۱۵)

محافظت کرو سب نمازوں کی (عموماً) اور درمیان والی نماز کی (خصوصاً)

اس درمیانی نماز (الصلوۃ الوسطی) سے کون سی نماز مراد ہے اور کون سی نقلی دلیل جس میں قطعیت ہو۔ ورنہ عقلی دلیل تو ہر کوئی دے سکتا ہے اور وہ توڑی بھی جا سکتی ہے۔

الذاریات، الحاملات، الجاریات، المقسمات | وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا (پ ۲۶ ع ۲۸)

قسم ہے ان چیزوں کی جو غبار وغیرہ اڑاتی ہیں۔ پھر ان کی جو بوجھ اٹھاتی ہیں۔ پھر ان کی جو نرمی سے چلتی ہیں۔ پھر ان کی جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔

بتائیے! یہ کیا چیزیں ہیں، جن کی قسم اٹھائی گئی ہے...... اسی طرح وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا (پ ۲۹ ع ۲۱) قسم ہے ان کی جو نفع پہنچانے کے لیے بھیجی جاتی ہیں۔ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (پ ۲۳) قسم ہے ان کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں وغیرہ آیات میں جن کی قسم کھائی گئی ہے۔ ان کی تعیین کیسے کی جائے؟

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي	وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (پ ۱۴)

اور ہم نے آپ کو سات چیزیں دیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔

ایک اور مقام پر بھی سارے قرآن کو سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي (پ ۲۳) کہا گیا ہے۔ تو ان مکرر پڑھی جانے والی (سبعاً من المثانی) آیات کی تعیین کیسے کی جائے کہ وہ کیا ہیں؟

عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا	وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ (پ ۲۳)

اور ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے ان کے تخت پر دھڑ لا ڈالا۔ پھر انھوں نے رجوع کیا۔ (علٰی کرسیہ جسداً)

وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ	وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى (پ ۹)

اور جب کہ آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہی کے متعلق اقرار کیا۔ کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔

فرمائیے! یہ پیدائش کا واقعہ جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے کیسی شہادت اور کیسا اقرار؟

أَثَرِ الرَّسُولِ	فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ (پ ۱۶)

پھر میں نے اس فرستادہ کے نقش قدم سے ایک مٹھی اٹھائی تھی۔

بتائیے! یہ کون سے رسول ہیں اور ان کے "اثر" سے کیا مراد ہے؟

وَلَا تَحْنَثْ	وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (پ ۲۳)

اور تم اپنے ہاتھ ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔

بتائیے! وہ کیا واقعہ تھا جس میں کوئی قسم اٹھائی گئی تھی اور اس کو توڑنے کے لیے یہ امر الٰہی نازل ہوا تھا۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ	فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ (پ ۲۵)

نہ تو ان پر آسمان و زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

بتلایئے! اگر آسمان و زمین کا حقیقی یا مجازی رونا کیسا ہے اور یہاں کیا مراد ہے؟

حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ | حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ (پ۲۲)

یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ (فلانی) بات کا حکم فرمایا۔

اس کی پوری حقیقت بتلائی جائے کہ کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ بیشک سیاق و سباق کے زور سے تلاش کرو۔

كَانَ مَشْهُوْدًا | اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (پ۱۵/۹)

"بے شک صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے"۔ یہ مشہود ہونا کس اعتبار سے ہے؟

شَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ | وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ (پ۳۰/۱۰)

"قسم ہے حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس میں حاضری ہوتی ہے"

شاہد و مشہود کی جو قسم اٹھائی گئی ہے۔ وہ عظیم الشان کیا چیز ہے؟

وَلَيَالٍ عَشْرٍ | وَلَيَالٍ عَشْرٍ (پ۳۰/۱۴) "اور قسم ہے دس راتوں کی"

اس میں جن دس راتوں کی قسم اٹھائی گئی ہے وہ کس طریق سے متعین کی جائیں؟

اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ | وَمِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (پ۱۰/۱۱) "ان میں چار مہینے خاص کر ادب کے ہیں"۔

فرمایئے! وہ مہینے کیسے معلوم ہوں۔ اور اس حرمت و عزت کی کیا کیفیت ہے؟

مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ | وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (پ۵)

اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔

پھوپھی اور بھتیجی یا خالہ اور بھانجی کو ایک ہی نکاح میں جمع کرنا ہے اور اس کو معلوم کرنے کا ذریعہ صرف حدیث ہے۔ انکارِ حدیث کے بعد اگر کوئی مندرجہ بالا آیات سے اس کا جواز ثابت کرے تو کیا کر سکے گا؟

حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ | وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (پ۱۴)

"اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے۔ یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے"۔

اگر کوئی باطنیہ اباحیہ حدیث کے مطابق "یقین" سے موت مراد نہ لے اور کہے کہ خدا سے غایت درجہ کی محبت کو پہنچ جانے کے بعد انسان اعمال کا مکلف نہیں رہتا تو اس کو کیسے منواؤ گے۔ (ملخصاً)

نقد و نظر

(محترم ریاض الحسن نوری لاہور)

اشتراکی مغالطے اور اُن کا دفعیہ (۱)

تنقیدی و تحقیقی جائزہ

چند سال قبل پنڈی میں مسلمانوں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس میں دیگر اہلِ علم و فضل حضرات کے علاوہ یادش بخیر جناب مسعود صاحب نے بھی جو اس وقت محکمۂ اوقاف کے ناظمِ اعلیٰ تھے، ایک مقالہ پڑھا تھا۔ مسعود صاحب کے معتقدات ڈھکے چھپے نہیں، وہ اشتراکی ذہن کے حامل اور تجدد پسند ہیں۔ کئی سال ہوتے ہیں انہوں نے لاہور میں پہلی مرتبہ اردو زبان میں نماز عید پڑھا کر اپنے مزاج کا نمایاں اظہار کر دیا تھا۔ اس کے بعد بھی مختلف اوقات میں نظامتِ اوقاف کی کرسی پر بیٹھ کر وہ اپنے اشتراکی اور تجدد پسند خیالات کا اظہار کرتے آئے ہیں۔ جس زمانے میں پنڈی میں محولہ بالا کانفرنس ہوئی اس وقت جناب مسعود صاحب کا ستارہ اوجِ ثریا پر تھا، اوقاف کے سیاہ و سفید کے وہ مالک تھے، ان کے سامنے کسی کو یارائے دم زدنی نہ تھا، انہوں نے اپنا یہ مقالہ بھی وہاں منصبی تحکمیت سے پڑھنے کی کوشش کی جس میں نام قرآن کا تھا لیکن اس میں کارفرما روح مارکس کی تھی، وہاں موجود علماء و فضلاء نے اسی وقت ان کے خیالات سے بیزاری کا اظہار کر دیا تھا اور ان کے مقالے کے غبارے کی ساری ہوا نکال کر رکھ دی تھی بعد میں یہ مقالہ روزنامہ مشرق لاہور میں بالاقساط (۱۹ تا ۲۲، فروری ۱۹۶۸ء) شائع ہوا تھا۔ اس مقالے پر اگرچہ کانفرنس میں جزوی تنقید ہو چکی ہے لیکن اس پورے مقالے پر تنقید اور اس میں کارفرما مغالطات کی پوری توضیح کی بڑی ضرورت ہے جس پر ابھی تک کسی صاحبِ علم نے قلم نہیں اُٹھایا ہے۔ میں نے اپنے اس مضمون میں اسی مقالے کا ایک تنقیدی جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔

مسعود صاحب ملکیت زمین کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں نے اپنی پوری تاریخ میں اس سلسلہ میں قرآن کے اصولوں پر عمل نہیں کیا، سرمایہ دار طبقے نے قرآن کی جان بوجھ کر ایسی تشریح کی جو ان کے مفادات کے مطابق تھی اور ان کی لوٹ کھسوٹ میں حائل نہ ہو سکتی تھی جو پیغمبر اسلام کے وصال کے فوراً بعد شروع ہو گئی تھی۔" (۱)

(روزنامہ مشرق لاہور، مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۶۸ء)

یہاں ابتداء ہی میں مسعود صاحب نے اپنی اُس ذہنیت کا مظاہرہ کر دیا ہے جو ایسے تجدد پسند حضرات میں عام طور پر پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو ہی عقلِ کُل سمجھتے ہیں اور اپنے مقابلے میں تاریخ اسلام کے تمام مشاہیر علماء و فقہاء کو یا تو نادان سمجھتے ہیں یا انہیں سرمایہ داروں اور بادشاہوں کا آلۂ کار۔ یہاں مسعود صاحب نے ایک قدم اور بڑھ کر اپنی ناوک افگنی کے لئے تاریخ اسلام کے بالکل ابتدائی دَور کو چُن لیا ہے یعنی خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کا دَور۔ ظاہر ہے کہ مسعود صاحب جب یہ لکھتے ہیں کہ "سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ پیغمبرِ اسلام کے وصال کے فوراً بعد شروع ہو گئی تھی، تو اس کی زد میں خلفائے راشدین سمیت تمام افراد آ جاتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کی غلط تشریح کے جرم کے بھی یہی حضرات صحابہ مرتکب قرار پاتے ہیں جو قرآن کے اوّلین حامل تھے۔ سوال یہ ہے کہ جب وہی قرآن کو نہ سمجھ سکے جن کے سامنے قرآن اُترا، جن کی زبان عربی تھی اور جو براہِ راست اُس ذات سے فیض یافتہ تھے جو ذاتِ وحی و رسالت کی امین تھی تو پھر قرآن کو اور کون سمجھ سکتا ہے؟ پھر اردو انگریزی کی چند کتابیں پڑھنے والے سرکاری سی ایس پی افسران کا دعوائے قرآن فہمی کہاں تک قابلِ قبول ہے؟ مزید برآں صحابۂ کرام سمیت تمام مسلمانوں پر یہ الزام کہ انہوں نے اپنی پوری تاریخ میں اس سلسلے میں قرآن پر عمل نہیں کیا، انتہائی تعجب انگیز ہے۔ اس سے زیادہ صحابۂ کرام کی اور مسلمانوں کی توہین اور

---

(۱) مسعود صاحب کی اس قسط کی سرخی یہ ہے "زمین کے تمام وسائل سب انسانوں کی مشترکہ املاک ہیں" اس سرخی سے صاف ظاہر ہے کہ مسعود صاحب کسی کاشت کار کو مالک سمجھنے کو تیار نہیں اور صرف یہ چاہتے ہیں کہ تمام زمین حکومت کی ملکیت قرار دی جائے جو مارکس کا قول ہے اور فرعون کا عمل ہے۔

کیا ہو سکتی ہے ؟ اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو پھر صاف الفاظ میں کہنا چاہیے کہ اسلام سرے سے قابلِ عمل مذہب ہی نہیں ہے، جب قرآن پر اس وقت بھی عمل نہیں کیا گیا جب مسلمان دنیا میں حکمران تھے، صحابہ کے ہاتھ میں زمامِ اقتدار تھی اور ان کی تہذیب و ثقافت روز افزوں وسعت پذیر تھی تو پھر قرآن پر عمل کرنا ممکن ہی کہاں ہے ؟ عجیب ستم ظریفی ہے کہ یہ لوگ اپنے معتقدات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے خود اسلام اور قرآن کو بھی ناقابلِ عمل دکھلا کر مذہب سے لوگوں کو بیزار کر رہے ہیں، علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی حل طلب ہے کہ جن سرمایہ داروں نے جان بوجھ کر اپنے مفادات کے مطابق قرآن کی تشریح کی، اس سے کون مراد ہیں ؟ وہ نِرے "سرمایہ دار" تھے یا قرآن کے اسرار و رموز سے بھی آشنا تھے، اور تاریخ اسلام میں کچھ غیر سرمایہ دار قرآن کے عالم بھی ہوئے ہیں یا نہیں ؟ یا پوری تاریخ میں سب علماء "سرمایہ دار" ہی گذرے ہیں کہ کسی نے بھی ان سرمایہ داروں کا پول نہیں کھولا ؟ اور یہ سعادت ۱۴سو سال بعد جناب مسعود بھگوان کو ہی حاصل ہوئی ؟ کیا عجیب بات ہے کہ ان لوگوں کو یہ بھی علم نہیں کہ ہماری زبان و قلم سے کیا نکل رہا ہے اور اس کا مفہوم و معنی کیا ہے ؟

اسی مسئلہ زمین پر گفتگو کرتے ہوئے جناب مسعود صاحب فرماتے ہیں :

"کوئی شخص زمین پر قطعی حقِ ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ ہی اسے پٹہ پر دے سکتا ہے۔ قرآن ہمیں زمین سے اپنا رزق حاصل کرنے کا حق دیتا ہے اس لئے جو شخص بھی زمین کو اپنی محنت سے کاشت لاتا ہے، وہی اس وقت اس کا مالک ہوتا ہے جب تک وہ اس پر کاشت کرتا ہے۔ قرآن[۱] کا ارشاد اس معاملہ میں بالکل واضح ہے کہ (مملکت کے ٹیکس ادا کرنے کے بعد) جو کچھ مرد و زن حاصل کریں وہ ان کا ہے۔" (حوالۂ مذکور)

۱۔ گویا اگر کوئی کسان، بیوی بچے چھوڑ کر مر جائے جو خود کاشت نہ کر سکتے ہوں تو اس زمین کی ملکیت ساقط ہو جائیگی پھر زمین ایسے لوگوں کو دیدی جائیگی جو خود کاشت کر سکتے ہوں اور بیوہ اور یتیموں کو جو شرعاً زمین کے مالک تھے صدقہ خیرات پر گذارہ کرنے پر مجبور کر دیا جائیگا، حالانکہ بیوہ اور یتیم سے زمین کو پٹہ پر دینے کا حق چھیننا ظلمِ عظیم ہے جو کسی مذہب میں روا نہیں۔

اس بیان میں مسعود صاحب نے کاشت کار کے لئے بھی حق ملکیت کی نفی کر دی ہے اور ائمہ اسلام کے اس مسلک کی بھی کہ زمین بٹائی پر دی جا سکتی ہے۔ مسعود صاحب نے دراصل مارکس کے مینی فیسٹو (۱۸۴۸ء) کا اصول کہ کاشت کاروں کا زمین پر حقِ ملکیت ختم کر دیا جائے گا۔ اور سب زمین حکومت کی ملکیت ہو گی" (Abolition of Property in land) کو قرآن پر منطبق کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ دراں حالیکہ یہ نظریہ خود اس ملک میں بھی پوری طرح بروئے کار نہیں آسکا ہے جو پچاس سال سے اشتراکیت کی تجربہ گاہ ہے۔ وہاں (روس میں) بھی کچھ کاشت کاروں کو اپنے مکانوں کے پاس تھوڑی سی زمین پر پرائیویٹ کاشت کی اجازت ہے۔ یہ کاشت اس کے علاوہ ہوتی ہے جو وہ اجتماعی فارموں پر کرتے ہیں، مکانوں اور زمینوں کو فروخت کرنا یا پٹہ پر دینے کی اجازت روس میں آج بھی موجود ہے بلکہ یہ کام مالک کسی کو مختار نامہ دے کر اس کے ذریعے سے بھی کرا سکتا ہے[1] یہی نہیں بلکہ کسانوں کا کافی کشت و خون کروانے اور روس میں قحط کا سبب بننے کے بعد آخر کار خود لینن نے جو نئی اقتصادی پالیسی (New economic Policy) وضع کی تھی اس میں زمین کو پٹہ پر دینے اور مزدور ملازم رکھ کر کاشت کرانے دونوں چیزوں کی اجازت دے دی گئی تھی[2] ابھی تک روس میں مینی فیسٹو پر مکمل طور پر عمل نہیں ہو سکا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے اشتراکی حضرات لینن سے بھی زیادہ متشدد، کمیونسٹ اور کٹر مارکسی ہیں۔ ع ۔ سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

(1) P. 21, 50 Personal Property in the U.S.S.R Progress Publishers Moscow.

(2) P. 110, A short History of the U.S.S.R Progress Publishers Moscow. 1965

اس کے خاص الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

Under the new laws the peasants could lease their land and hire labour.

اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے نام لیتے ہیں قرآن کا اور اسلام کا، حالانکہ قرآن کو یہ لوگ جس حد تک مانتے ہیں اس کا اندازہ آپ ان خط کشیدہ الفاظ سے بآسانی لگا سکتے ہیں جو قرآن کی آیات کے نام سے مذکورہ اقتباس میں موجود ہے جس میں صریح طور پر قرآن کی معنوی تحریف کی گئی ہے۔

قرآن کی معنوی تحریف

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا

آیئے اب ہم اُس تحریف پر روشنی ڈالتے ہیں جو مذکورہ خط کشیدہ الفاظ میں قرآن کی آیت کے ترجمہ میں کی گئی ہے۔ وہ خط کشیدہ الفاظ وہاں یہاں نقل کئے جاتے ہیں، مسعود صاحب فرماتے ہیں "قرآن کا ارشاد اس معاملہ میں واضح ہے کہ:۔

"(مملکت کے ٹیکس ادا کرنے کے بعد) جو کچھ مرد و زن حاصل کریں وہ ان کا ہے۔" (حوالہ مذکور)

یہ کس آیت کا ترجمہ ہے، اس کا حوالہ نہیں دیا گیا تاکہ تحریفِ مطالب میں آسانی رہے،

قرآن میں لفظی تحریف تو ممکن نہیں، اس لئے قرآن میں تحریف کرنے والے فقیہانِ بے توفیق یا تو قرآن کے اصل الفاظ لکھنے سے اعراض کرتے ہیں یا آیت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کرتے ہیں، یہاں جناب مسعود صاحب نے دونوں ہی ترکیبوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ہم یہاں وہ پوری آیت مع سیاق و سباق کے ذکر کرتے ہیں جو جناب مسعود صاحب کے پیشِ نظر ہے۔ پھر اس آیت کے مفہوم کی وضاحت کے لئے ہم چند علمائے و مفسرین کی آراء پیش کریں گے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ اس آیت کا اصل مطلب کیا ہے اور مسعود بھگوان کے طنبورہ میں سے کیا راگ نکل رہا ہے؟

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۝ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝

(القرآن المجید پ۵ ۳۲)

ترجمہ! جن کاموں سے منع کیا جاتا ہے ان میں سے جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم ان سے بچتے رہو تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دُور فرما دیں گے، اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کریں گے اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالےٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت

بخشی ہے، مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں) (ترجمہ، مولانا تھانویؒ)

مولانا ابوالکلام آزاد مذکورہ آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

"البتہ اللہ نے دنیا میں ہر گروہ کو دوسرے گروہ پر خاص خاص باتوں میں مزیت دی ہے اور ایسی ہی مزیت مردوں کو بھی عورتوں پر ہے، مرد عورتوں کی ضروریاتِ معیشت کے قیام کا ذریعہ ہیں، اس لئے سربراہی وکارفرمائی کا مقام قدرتی طور پر انہی کے لیے ہو گیا۔ عورتیں اس خیال سے دلگیر نہ ہوں کہ وہ مرد نہ ہوئیں اور مردوں کے کام ان کے حصہ میں نہ آئے۔ وہ یقین کریں کہ ان کے لئے عمل وفضیلت کی ساری راہیں کھلی ہوئی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا نیک عورتیں وہ ہیں جو اطاعت شعار ہوتی ہیں اور ظاہر و باطن ہر حال میں شوہروں کے مفاد کی حفاظت کرتی ہیں۔"

ہم نے مولانا آزاد کی تشریح اس لئے لکھ دی ہے کیونکہ مسعود صاحب نے اپنے انگریزی کے مضمون میں ان کا حوالہ دیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ مسعود صاحب کی تشریح خود ان کے پسندیدہ مفسر کے نزدیک بھی غلط ہے۔

اب ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو چوٹی کے مفسرین صحابہ میں سے ہیں ان کی تفسیر بیان کرتے ہیں

...... فقال (للرجال نصيب) ثواب (مما اكتسبوا) من الخير (وللنساء نصيب) ثواب (مما اكتسبن) من الخير في بيوتهن - [1]

یعنی مردوں کو اس کا ثواب ملے گا جو نیکیاں وہ کمائیں گے۔ اور عورتوں کو ثواب ملے گا ان نیکیوں کا جو وہ اپنے گھروں میں کریں گی۔" [2]

---

[1] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ مطبوعہ مصر دیکھیے شرح آیت مذکورہ۔

[2] سیاق سباق سے یہی تفسیر درست ہے، اگرچہ تنویر المقباس کا ابن عباسؓ کی تفسیر ہونا ثابت شدہ نہیں ہے۔ (ادارہ)

خود آیات کے سیاق و سباق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ پہلے کبائر گناہوں کا ذکر ہوا، اس کے بعد صغیرہ کی معافی کا پھر عورتوں اور مردوں کے ثواب کمانے کا ذکر ہوا۔ کہ مرد عورت میں کچھ وہبی فضائل کی کمی بیشی ضرور ہے جس میں کسب کا کوئی دخل نہیں، جیسے مرد ہونا اور مردمیت کی جو چند خصوصیات ہیں، اس کی خواہش فضول ہے کیونکہ کوئی عورت خواہش اور کوشش سے مرد نہیں بن سکتی، البتہ اعمالِ نیک کے ثواب میں مرد و عورت یکساں ہیں اور اس میں وہ اپنی ریاضت اور محنت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ثواب کما سکتی ہیں۔ امام رازیؒ نے اس کی دو تشریحات بیان کی ہیں۔ ایک تو یہی کہ اس سے ثوابِ آخرت مراد ہے اور یہ کہ عورت کو گھر کا کام کاج کرنے، روٹی پکانے اور شوہر کی اطاعت کا بھی ثواب ملتا ہے۔

دوسری تشریح یہ کی ہے کہ اس کا مطلب میراث کا وہ حصہ ہے جو عورتوں اور مردوں کو ملتا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس قول پر اکتساب کے معنی الاصابة اور الاحراز کے ہوں گے[۱] ترجیح بہر حال پہلے قول کو ہے۔

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہاں سرے سے ملکیتِ زمین کا وہ مسئلہ زیر بحث ہی نہیں ہے جو جناب مسعود بھگوان اس سے زبردستی کشید کر رہے ہیں نہ کسی مفسر اور عالم دین کے ذہن میں کبھی اس کی وہ تفسیر آئی ہے جو تفسیر اس آیت کی ان صاحب نے کی ہے، جو سراسر تحریف اور دجل و تلبیس ہے لیکن ایسے لوگوں کو اس سے کیا غرض، انہیں تو اپنی مطلب برآری سے غرض ہے چاہے اس کے لئے قرآن ہی کو کیوں نہ مسخ کرنا پڑے۔ ایسے ہی "مجتہدوں" کے پیش نظر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کہا تھا۔

زاہِ آبار و کہ ایں جمعیت است معنیٔ تقلید ضبطِ ملت است
ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر ..،
ذوقِ جعفرؒ کاوشِ رازیؒ نماند آبروئے ملتِ تازی نماند

[۱] تفسیر امام رازی، صفحہ ۸۲، ۸۳، جلد ۱۰ مطبوعہ مصر ۱۹۳۸ء

تنگ برما رہگزار دین شد است ہر لیئمے راز دارِ دیں شد است،

سوال یہ ہوتا ہے کہ مسعود صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ جس شخص نے کمیونسٹ مینی فیسٹو پڑھا ہو اور اینجلز کی کتاب Origin of the Family Private Property and the State پڑھی ہے وہ فوراً یہ سمجھے گا کہ یہ صرف کمیونسٹ نظریات کے فروغ و اشاعت کے لئے کیا گیا ہے، مارکس کے خیالات بیان کرنے کے لئے قرآن کی معنوی تحریف کی گئی ہے۔ مارکس ہی کو حکومت کے ناجائز ٹیکسوں کا سب سے زیادہ خیال رہتا ہے اور وہی یہ خیال کرتا ہے کہ تمام زمین اور کارخانے حکومت کی ملکیت ہونے چاہئیں۔ کمیونسٹ ہی نہیں بلکہ مشہور سوشلسٹ OWEN جسکو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا اور برٹرینڈرسل سوشلزم کا بانی قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی شادی کا سخت مخالف تھا، کیونکہ اس کے نزدیک شادی بھی ذاتی ملکیت کی ایک قسم تھی، اس نے نہ صرف خاندانی نظام اور شادی کی سخت الفاظ میں مخالفت کی، بلکہ وہ بچوں کے لئے خاندانی ماحول پیدا کرنے کا بھی سخت ترین مخالف تھا۔[1]

در اصل مارکس کا منشا میکاولی سے ملتا جلتا، بلکہ اس سے بھی شدید تھا یعنی یہ کہ سب چیز حکومت کی ہو اور عوام مرد و زن سب غلاموں کی طرح حکومت کے لئے کام کریں، بچوں پر والدین کا کوئی حق نہ ہو۔ اینجلز لکھتا ہے "عورتوں کی ترقی اور عزت کی پہلی شرط یہ ہے کہ تمام عورتوں کو دوبارہ پبلک انڈسٹری میں کام پر لگایا جائے۔ لیکن اس کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ خاندان کا بطور اقتصادی یونٹ کے خاتمہ کر دیا جائے"[2]

کیونکہ مسعود صاحب کے دماغ میں اینجلز اور مارکس کی یہ بات بسی ہوئی ہے کہ تمام عورتوں اور مردوں کو بلا استثناء پبلک انڈسٹری میں لگا دیا جائے اور عورت اپنی روزی کمائے اور مرد اپنی کمائے۔ اور اس وجہ سے جب انہوں نے قرآن کریم میں مندرجہ بالا آیت پڑھی تو انہوں نے فوراً اس آیت کی تحریف

(1) P. 168 Legitanacy versus Industrialism by Burtrand Russell.

(2) P. 122. The origin of the Family, Private Property and the State by F. Engils. Sisth impression.

معنوی کر کے مارکس کے خیالات کو قرآن کے نام سے پیش کر دیا، تاکہ ان کی "مسلمانی" بھی قائم رہے یا کم از کم عوام میں ان کے متعلق یہ "تاثر نہ پھیلے کہ وہ مارکسی خیالات کے حامی ہیں۔ اسے کہتے ہیں سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ع رند کے رند رہے اور ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی۔

آگے جا کر مسعود صاحب نے پھر یہ قرآنی الفاظ لیس للانسان الا ما سعی لکھے ہیں اور اس آیت کے بھی پہلے الفاظ اڑا دیئے ہیں تاکہ اپنی مرضی کے معنی پہنائے جا سکیں۔ مزید یہ کہ سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے اس کی معنوی تحریف بھی کی ہے۔ اصل عبارت اور ترجمہ یوں ہے :۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ○ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ○ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ○

ترجمہ :۔ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا اور یہ کہ انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی (یعنی کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا) اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی پھر اسکو پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(ملاحظہ ہو ترجمہ و مختصر تفسیر مولانا اشرف علی مطبوعہ تاج کمپنی)

مندرجہ بالا آیات کی یہ تشریح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے لے کر اب تک کے سب مفسرین کرتے آ رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر الگ سے چھپ گئی اور دیکھی جا سکتی ہے اس میں صرف قیامت کا ذکر ہے۔[1] اگر مسعود صاحب کی یہ بات مان لی جائے کہ لیس للانسان الا ما سعی دنیا کے لئے ہے تو وراثت کی تمام آیات اور احکام کی تنسیخ لازم آتی ہے۔

---

[1] تفسیر ابن عباسؓ کے الفاظ یہ ہیں :۔

(وان لیس للانسان) یوم القیامۃ (الا ما سعی) الا ما عمل من الخیر والشر فی الدنیا۔

ترجمہ :۔ (اور بے شک انسان کے لئے نہیں) روز قیامت کے (سوائے اسکی کوشش کے) سوائے جو اچھا اور برا عمل دنیا میں اس نے کیا۔ (صفحہ ۳۲۳ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ، مطبوعہ مصر ۱۹۵۱ء)

اگر مسعود صاحب کی یہ بات مان لی جائے کہ لیس للانسان الا ما سعی دُنیا کے لیئے ہے تو وراثت کی تمام آیات اور احکام کی تنسیخ لازم آتی ہے، کیونکہ ایک شخص کو والدین یا دیگر رشتہ داروں سے وراثت میں جو حصہ ملتا ہے اس میں وراثت پانے والے کی کوشش کو کچھ دخل نہیں ہوتا، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا دُور کا رشتہ دار غیر ممالک میں لاولد بہت سی جائیداد چھوڑ کر مر جاتا ہے اور وہ اس کے کسی ایسے رشتہ دار کو مل جاتی ہے۔ جس کو اس نے تمام عمر بھی نہیں دیکھا ہوتا۔ کسی قسم کی سعی کا بھلا کیا ذکر۔ ایسے واقعات نادر نہیں۔

دراصل یہ سب کمیونسٹ مینی فیسٹو صفحہ ۳، شرط نمبر ۳ کی وجہ سے کہا جاتا ہے جس میں لکھا ہے (Abolition of all rights of inheritance) یعنی وراثت کے تمام حقوق کا خاتمہ،

اس شرط پر مکمل طور پر روس میں بھی آج تک عمل نہیں ہو سکا لیکن پاکستان کے کمیونسٹ ابھی سے ایسی باتیں کر رہے ہیں کہ آئندہ کے لئے وراثت کے کل حقوق کو ختم کیا جا سکے[1]۔ اور تمام ترکہ حکومت لے لیا کرے۔

اگر مسعود صاحب کی تفسیر کو تسلیم کر لیا جائے تو اسلامی فقہ کے بہت سے قوانین کالعدم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو اچانک دفینہ مل جاتا ہے تو شریعت کی رو سے اس کا پانچواں حصہ حکومت کو دینے کے بعد سارا مال اس شخص کو مل جائے گا۔ حالانکہ یہ مال اس کو بغیر سعی کے ملا۔

اس دنیا پر یہ آیت تو پوری اُترتی ہی نہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ سعی خاوند کرتا ہے اور فائدہ اس کے بیوی بچے اُٹھاتے ہیں۔ ایک گھر میں صرف خاوند کی سعی سے اتنی دولت آجاتی ہے کہ بیوی سارا دن آرام کرتی ہے اور خوب عیش میں گذارتی ہے۔ دوسرے گھر خاوند بیوی دونوں مل کر کماتے ہیں لیکن پہلے گھر کی نسبت بہت کم آمدن رکھتے ہیں اور وہ فراغت میسر نہیں ہوتی۔

---

[1] اس کے لئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مال میں وراثت نہیں چلی تو دوسروں کے مال میں بھی نہ چلنی چاہیئے۔ جب نبی کا کوئی وارث نہیں تو افضل بات یہی ہے کہ دوسرے کسی شخص کا بھی وارث نہ ٹھہرایا جائے۔

اصل میں اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرما رہے ہیں کہ اس دنیا میں تو ایسا ہوتا ہے کہ باپ کی محنت کا پھل بیٹے کو ملے اور بیٹے کی کوشش سے باپ کو آرام پہنچے۔ لیکن آخرت میں ایسا نہ ہو سکے گا۔ اس دنیا میں ایک نیک انسان اپنے کافر بیٹے کو بھی آرام سے رکھ سکتا ہے کھلا پلا سکتا ہے۔ لیکن قیامت کو ایک پیغمبر اپنے کافر بیٹے کو کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔ نہ خاوند کی کوشش کا فائدہ بیوی کو پہنچ سکتا ہے وہاں ہر شخص کے ذاتی اعمال کام آئیں گے۔ نہ کسی کی نیکی کا انعام غیر کو دیا جائے گا۔ نہ کسی کی خطا پر دوسرے کو پکڑا جائیگا۔

مسعود صاحب کی قرآن میں معنوی تحریف ایک شرمناک فعل ہے۔ یہودی کتاب اللہ میں تحریف کیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق ہی قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ - (الآیۃ) (۶-۱۳)

ترجمہ :- صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دُور کر دیا اور ہم نے ان کے قلوب کو سخت کر دیا۔ وہ لوگ کلام کو اس کے مواقع سے بدلتے ہیں اور وہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے۔ اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی نئی خیانت کی اطلاع ہوتی رہیگی جو ان سے صادر ہوتی ہے۔" (۱۳-۷) الخ-

(مسلسل)

گاہے گاہے باز خواں ..... پروفیسر چوہدری عبد الحفیظ ایم اے

حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ

: گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا یہ مصرعہ تو مشہور ہے، مگر بہت کم لوگ واقف ہوں گے کہ علامہ اقبالؒ نے یہ مصرعہ کس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے؟

قارئین کرام! ہر زمانے میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے دین اسلام کی خاطر سختیاں برداشت کیں، شاہانِ وقت انہیں صراطِ مستقیم سے ہٹانے کے لئے اپنے عام وسائل بروئے کار لاتے رہے مگر وہ عزم و ہمت کی چٹان بن گئے۔ کوئی دھمکی اور کوئی خوف انہیں راہِ راست سے نہ ہٹا سکا۔ ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی،

کے مصداق مغل شہنشاہ اکبر (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) کے عہد حکومت میں اسلام کے سر سبز و شاداب چمن پر ایک بار پھر کفر و الحاد، زندقہ اور بدعت و ضلالت کی گھٹاٹوپ آندھیاں چھا گئیں، شاہِ وقت جو کبھی صحیح العقیدہ مسلمان تھا، علماءِ سوء اور غلط کار درباریوں کی سازشوں کا شکار ہو کر گمراہ ہوا تھا۔ اس نے دین حنیف میں ترمیم کر کے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی "دین الٰہی" کے نام سے ایک ایسا مذہب ایجاد کیا گیا جو شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کے سراسر مخالف اور قرآن و سنت سے انکار و انحراف کے مترادف تھا۔

ہمایوں کے عہد میں جس شجرۂ خبیثہ نے سر اٹھانا شروع کیا وہ اکبری عہد میں برگ و بار لایا،

دینِ اسلام کی صداقت و عظمت کا وہ چراغ جو ایک ہزار سال سے روشن تھا، شاہِ وقت، علمائے سوء اور جاہل صوفیوں کے ہاتھوں میں ٹمٹمانے لگا۔ دین اسلام کی حالت زار جو شہنشاہ اکبر اور اس کے بعد جہانگیر کے ہاتھوں رہی تھی، اس کی طرف حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک خط میں جو انہوں نے جہانگیر کے ایک مقرب کو لکھا یوں بیان فرمائی :

"اسلام کی بے کسی کا یہ حال ہے کہ کفار کھلم کھلا اس پر طعن توڑتے ہیں اور اسلام کے نام لیواؤں کی مذمت کرتے ہیں۔ وہ ہر کوچہ و بازار میں بے خوف و خطر کفر کے احکام جاری کرتے اور کفار کی مدح و ستائش کرتے ہیں، مسلمان اسلامی احکام کی بجاآوری سے قاصر اور شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہونے سے عاجز ہیں۔"

پھر ایک ہی شعر کے ذریعے سے اسلام کی کس مپرسی کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں :

پری نہفتہ رُو و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقلم زِ حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است؟

"پری (شرافت و نجابت کا نشان یعنی اسلام) منہ چھپائے ہوئے ہے اور دیو (استبداد و گمرہی) ناز و انداز دکھا رہا ہے۔ اس بوالعجبی پر میری عقل حیرت و استعجاب سے جل کر راکھ ہو گئی ہے۔" حضرت مجدد اس شعر کے بعد فرماتے ہیں :- "سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ، اَلشَّرعُ تَحتَ السُّیُوفِ۔ شرع کی تجدید تلواروں کے سائے میں بھی کی جاتی ہے اور دین کی عظمت بادشاہوں کے طرزِ عمل پر منحصر ہوئی ہے، لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے افسوس صد افسوس!

"اَلنَّاسُ عَلٰی دِینِ مُلُوکِهِم"، لوگ اپنے بادشاہوں کے دین کو جلد اپنا لیتے ہیں اور تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اکبر نے جس دین کی بنیاد رکھی اور جس عقیدہ و عمل کی نیو استوار کی رعایا نے بھی اس کو اختیار کر لیا۔ مُلا مبارک ناگوری اور اس کے دونوں بیٹوں ابوالفضل اور فیضی نے اسلام میں ایسی ایسی بدعتیں ایجاد کیں کہ اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ "دینِ الٰہی" کو رعایا کے تمام طبقوں کے لئے قابلِ قبول بنانے کے لئے عقیدۂ توحید میں اس قدر ترمیم کی گئی کہ ہندوؤں کی بُت پرستی، مجوسیوں کی آتش پرستی اور ویدوں میں بیان کردہ دور از کار فلسفیانہ موشگافیوں کو نئے دین میں سمیٹ لیا گیا ہے، اس طرح اکبر کا دینِ الٰہی مختلف مذاہب کے عقائد و خیالات کا ایک ملغوبہ بن گیا۔ کتاب اللہ اور سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین کی اصل بنیاد تھی وہ

طاقِ نسیاں پر رکھ دی گئیں، سورج کی پرستش چاروں طرف لازمی قرار دی گئی، آگ، پانی، درخت اور گائے کا پوجنا جائز ٹھہرا، اکبر ہر روز خود صبح اٹھ کر سورج کی پرستش کرتا، اس کے بعد مشتاقانِ دید کے لئے دیوانِ عام میں آ بیٹھتا تھا، لوگ شہنشاہ کے لئے سجدہ تعظیمی بجا لاتے جسے اس وقت کے دین فروش ملاؤں نے جائز قرار دے دیا تھا۔ اس کے برعکس اسلامی شعائر کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا گیا اور بادشاہ کو یہ بتلا دیا گیا کہ دین اسلام ایک ہزار سال گذر جانے کے بعد نعوذ باللہ بالکل اسی طرح بے کار اور ناکارہ ہو گیا ہے۔ جس طرح کہ اسلام سے پہلے کے مذاہب اقتدار زمانہ کے ہاتھوں معطل ہو چکے ہیں۔ (۱)

ہندو عورتوں سے شادیاں کر لینے کے بعد اکبر کے دل میں ہندوؤں کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر ہندو فائز تھے، اپنے اقتدار اور شاہ وقت کی نظرِ عنایت نے انہیں اس قدر دلیر کر دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی ہر آن ہر لحظہ دل آزاری کرتے، مسجدیں شہید کر کے وہاں مندر بنائے گئے، ہندوؤں کے برت کا دن آتا تو مسلمانوں کو دن میں کھانے پینے سے حکماً روک دیا جاتا، انہیں حکم ہوتا کہ ان کے چولہوں میں آگ نہ جلے لیکن جب رمضان المبارک آتا تو ہندو سرِ عام کھاتے رمضان کی عزت و حرمت کی حفاظت کے لئے بادشاہ کوئی فرمان جاری نہ کرتا تھا۔

دین کے لئے یہ کوئی کم فتنہ انگیز بات نہیں کہ شاہ وقت گمراہ ہو جائے لیکن اگر بادشاہ وقت کے ساتھ ساتھ دین کے نام لیوا بھی اس کے ہاتھ پر بک جائیں تو پھر دین کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے۔ اکبری عہد میں یہ سب کچھ ہوا، بہت سے علماء اور فضلاء نے بھی طاقت کو سجدہ جائز قرار دیا۔ جو زبانیں کبھی دین اسلام کی عظمت اور اسکی سربلندی کے لئے وا ہوتی تھیں وہ گنگ ہو چکی تھیں، صوفیا کا طبقہ —— جو لوگوں کے تزکیہ نفس کی خدمت سر انجام دیتا ہے —— بھی اپنے اصل مشن کو چھوڑ کر شاہی دستر خوان سے تن پروری میں مصروف تھا۔ غرضیکہ حالات اس حد تک ناسازگار تھے کہ دین کے پنپنے کی کوئی امید نظر نہ آتی تھی۔ مگر ہمیشہ یہ ہوا کہ جب بھی دین اسلام پر کوئی آزمائش کا وقت آیا رحمتِ حق میں ارتعاش

---

(۱) —— آج پھر بھی مادہ پرست اور لادین ترقی پسند اسی کج رو ذہنیت کے باعث اسلامی نظامِ حکومت کو رجعت پسندی سے تعبیر کرتے ہیں۔

پیدا ہوئی دین حق کی حفاظت کے لئے کوئی نہ کوئی ہستی ان تیرہ و تار فضاؤں میں نمودار ہوئی جس کی نورانی کرنوں سے کفر و الحاد کی تاریکیاں چھٹ گئیں جس کی ضیا بار تابانیوں سے بدعت و ضلالت کی آندھیاں ڈھل گئیں جس کی ضوفشاں شعاعوں سے زندقت کے اندھیرے بھی منور ہوئے اور توحید و سُنت کی مشعلیں چمک اٹھیں۔

جب کفر و شرک، بدعت و ضلالت اور زندقہ و الحاد کی آندھیاں اپنی تمام تاریکیوں سمیت ہندوستان کی فضا پر چھا گئیں تو آسمانِ "سرہند" پر سُنت و ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا جس کو لوگ شیخ احمد سرہندی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس آفتاب کی ضیا پاشیوں سے ظلمت و گمراہی کے اندھیرے کافور ہوئے، اکبر نے جس دین کی بنیاد رکھی تھی اور اعوان و انصارِ حکومت جس کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف تھے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کا تہیہ کیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حق اپنی تمام جلوہ سامانیوں سے طلوع ہوتا ہے۔ تو باطل کافور کی مانند تحلیل ہو جاتا ہے — قرآن مجید میں یہ بشارت دی گئی ہے:

"جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا"

(حق آگیا اور باطل مٹ گیا، تحقیق باطل مٹنے والی چیز ہے)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دین حنیف کے احیاء کا بیڑا اُٹھایا۔ اس وقت اکبر کا دار الحکومت آگرہ تھا۔ شیخ احمد سرہندیؒ "سرہند" سے آگرہ روانہ ہوئے۔ دربار اکبری کی شان و شوکت سے لوگ مبہوت ہو جاتے تھے۔ اس جاہ و حشمت سے ان کی زبانوں پر مُہر سکوت لگ جاتی تھی، مگر شیخ احمد سرہندیؒ دربار کی شان و شوکت سے ذرا متاثر نہ ہوئے۔ آپ نے درباریوں سے مخاطب ہو کر بلا خوف و خطر یہ کہا:

"اے لوگو! تمہارا بادشاہ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے منحرف اور اس کے دین سے باغی ہو گیا ہے۔ میری طرف سے اُسے یہ کہہ دو کہ دُنیوی شان و شوکت اور تخت و تاج کی یہ سطوت سب فانی ہیں، وہ توبہ کرے اور خدا کے دین میں از سرِ نو داخل ہو جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے غضب کا انتظار کرے۔"

علمائے سوء، جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے علم و فضل سے بغض رکھتے، ان کے مرتبۂ ولایت سے

جلتے تھے انہیں یہ بہانا ہاتھ آگیا کہ اس طرح اکبر کے پاس حضرت مجددؒ کے یہ کلمات پہنچا کر انہیں بادشاہ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ٹھہرائیں گے۔ اس طرح حضرت مجدد شاہی انتقام کا نشانہ بن جائیں گے اور ان کی آتشِ انتقام سرد ہو جائے گی۔ اکبر نے حضرت مجددؒ کے الفاظ سن کر مباحثے کا چیلنج کیا۔ آپ نے اسے فوراً قبول کر لیا۔ مباحثے کا وقت آیا تو اکبر اپنے درباری مولویوں کے ہمراہ تختِ شاہی پر فروکش ہوا، حضرت مجددؒ بھی اپنے بوریہ نشین ساتھیوں کے ہمراہ جا پہنچے، مباحثے کا انتظام ہو چکا تھا مگر خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ اکبر جیسے بے دین بادشاہ کے دربار میں شاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام کی رسوائی ہو۔ ابھی مباحثے کا آغاز نہ ہوا تھا کہ ایک زور دار آندھی آئی جس سے دربارِ اکبری تہ و بالا ہو گیا۔ خیموں کی چوبیں اکھڑ جانے سے اکبر اور اس کے تمام ساتھی زخمی ہوئے لیکن حضرت مجددؒ اور ان کے ساتھیوں کو خراش تک نہ آئی، بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان ہی زخموں کی وجہ سے اکبر کی موت واقع ہوئی اور مرنے سے پہلے اکبر اپنے عقائد سے توبہ کر کے دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا۔

اکبر کی وفات کے بعد شہنشاہ نور الدین جہانگیر ہندوستان کے تخت پر براجمان ہوا۔ جہانگیر کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ لکھا ہے:

"ہمایوں کے بعد جب اکبر تخت پر بیٹھا تو اس نے زندقیت اختیار کی اور جہالت و گمراہی کے علم ہر طرف لہرانے لگے، مختلف مذاہب اور قوموں کے لوگ اکبر کے دینِ الٰہی میں داخل ہوئے اور انہوں نے عظیم فتنے پیدا کئے، اکبر کے بعد دائم الخمر جہانگیر سریر آرائے سلطنت ہوا تو ہندوؤں نے سر اٹھایا، رافضیوں نے ابھرنا شروع کیا، دیانتیں ضائع ہو گئیں" ——— جہانگیر کا اپنا بیان ہے:-

"در و دولت بادشاہی من حالا ایں سلسلہ است،

پدر دیوان کل، پسر وکیل مطلق، دختر ہمراز و مصاحب"

میری حکومت کے در و دولت کا یہ حال ہے۔ اس (نور جہان) کا باپ دیوان کل ہے، (آصف جاہ۔ نورجہاں کا بھائی) وزیر اعظم ہے اور بیٹی (نور جہاں خود) ہمراز اور صاحب حکم ہے)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تخت دہلی پر جہانگیر متمکن تھا مگر سکہ اس کی ملکہ نور جہاں کا چلتا تھا، اس کا

بھائی آصف جاہ امور سلطنت میں نورجہاں کا دستِ راست اور وزیراعظم تھا۔ جہانگیر خود کہا کرتا تھا۔

"ہم نے ایک سیر شراب اور آدھ سیر گوشت (کباب) کے بدلے سلطنت نورجہاں کو دیدی ہے۔"

لیکن ان ناگفتہ حالات میں بھی حضرت مجدد الف ثانیؒ جس مشن کے لئے نکلے تھے اسے پورا کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اکبر کے مقابلہ میں آپ نے جس جرأت —— استقامت اور حق گوئی وبے باکی کا مظاہرہ کیا تھا اس کا عوام الناس پر بہت اثر ہوا۔

"فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ"۔ (قرآن مجید)

(لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے ——)

لوگوں کے دل آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ حکومتِ وقت کے بڑے بڑے عہدے دار بھی آپ کے علم وفضل اور ان کی روحانی قوت کے قائل ہو کر آپ کے مریدوں میں شامل ہو چکے تھے۔ تبلیغ دین جاری تھی اور کفر، شرک اور بدعت وضلالت کے گڑھ (ہندوستان) میں دین حنیف کا ایک چشمۂ صافی جاری ہو رہا تھا جس سے تشنۂ لب سیراب ہو کر نکلتے تھے۔ حضرت مجددؒ نے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے تحریر وتقریر دونوں کا سہارا لیا۔ عوام الناس سے گذر کر تبلیغ کی آواز اُمرائے سلطنت کے ایوانوں سے بھی ٹکرانے لگی —— نتیجہ یہ ہوا کہ رافضیوں کے اس ٹولے کو جو سلطنت پر چھایا ہوا تھا حضرت مجددؒ کی تبلیغ سے سخت تکلیف ہوئی، نورجہاں، وزیراعظم آصف جاہ، آصف الدولہ اور مرزا غیاث اور ان کے دوسرے ساتھی حضرت مجددؒ کے دشمن بن گئے۔ ان لوگوں نے بعض دین فروش ملاؤں کو ساتھ ملایا، جاہل صوفیا کی خدمات حاصل کیں، اور ان تینوں گروہوں نے مل کر جہانگیر کو یہ تأثر دیا کہ شیخ احمد سرہندیؒ تبلیغ دین کے بہانے سے عوام الناس کو اپنا گرویدہ بنا رہے ہیں اور تختِ شاہی پر متمکن ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہی وہ وقت جب ہندوستان کے بعض علمائے نے آپ کو واجب القتل قرار دیا۔ حضرت مجددؒ کے ایک خط کے اقتباس سے فائدہ اُٹھا کر شاہ کو بھڑکایا، جو آپؒ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندیؒ کو لکھا تھا۔ حاسدوں نے جہانگیر سے کہا کہ شیخ احمد سرہندیؒ اپنے آپ کو حضرت ابوبکرؓ سے بھی افضل سمجھتا ہے۔ یہ خط ایک صاحب صوفی ولی اللہ کا تھا جس میں انہوں اپنے استاذ اور پیر ومرشد کو اپنے سلسلۂ تصوف

کے مقامات اور مشاہدات کے بارے میں لکھا تھا، بہر حال جہانگیر کو اس بات پر تشویش ہوئی، اس نے حضرت مجددؒ کو طلب کیا۔ باز پرس ہوئی، آپ نے جواب میں فرمایا کہ میرے خلاف یہ الزام کہ میں حضرت ابوبکرؓ سے اپنی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہوں یکسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جس طرح میں اب آپ کے دربار میں آپ کے تمام مقربین بارگاہ کی موجودگی میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور شرفِ گفتگو بھی مجھے حاصل ہے مگر کیا یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں میرا مرتبہ آپ کے تمام وزراء اور مقربین سے افضل ہے؟ یا یہ میرے لئے کس طرح لائق ہے کہ میں یہ دعویٰ کروں کہ میں تمام مقربین بارگاہ سے افضل ہوں۔ جہانگیر اس مدلل جواب سے مطمئن ہو گیا اور حضرت مجددؒ کو اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔

اس اعزاز و اکرام سے دشمنوں کے دل و دماغ حسد کی آگ سے جل اٹھے، ان کی چال ناکام ہو چکی تھی مگر یہ لوگ بھی چپ بیٹھنے والے نہیں تھے، انہوں نے کچھ دن بعد کان بھرے کہ حضرت مجددؒ کا زور روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، حکومت کے سر برآوردہ اشخاص ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر حضرت مجددؒ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں اور یہ حلف اٹھا رہے ہیں کہ بادشاہ کے ان احکام کی اطاعت نہ کریں گے جو اسلام کے خلاف ہوں گے، سجدۂ تعظیمی جو کہ اکبر کے وقت شروع ہوا تھا، جہانگیر کے زمانے میں بھی رائج تھا۔ اور لوگ ؎

وہ سجدہ جو ماورائے حرم ہو
ادا تیرے در پر کیا چاہتا ہوں،

کی صدائیں لگا رہے تھے۔ آصف جاہ جو حضرت مجددؒ کا سخت ترین دشمن تھا۔ اس نے جہانگیر کو یہ یقین دلایا کہ "حضرت مجددؒ آپ کی حکومت کے باغی ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ آپ کے لئے تعظیمی سجدہ بھی روا نہیں رکھتا حالانکہ سلطنت دہلیہ کے بہت سے علماء اس کے حق میں فتویٰ دے چکے ہیں بلکہ شیخ احمد سرہندیؒ تو سجدۂ تعظیمی کو حرام قرار دیتا ہے۔ اگر اس بات کا یقین نہ ہو تو جہاں پناہ دربار میں بلا کر اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں" جہانگیر نے آخر کار اس تصدیق کی خاطر حضرت مجددؒ کو شاہی فرمان کے ذریعے بلا بھیجا اور آپ کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت مجددؒ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دربارِ شاہی میں داخل ہوئے اور سجدۂ تعظیمی ادا نہ کیا جس کی جہانگیر آس لگائے بیٹھا تھا۔ بلکہ آپ نے سلام تک نہ کیا۔

جہانگیر غصہ سے تلملا اٹھا اور کہا :-

" تم درباری آداب کیوں بجا نہیں لائے ؟ "

آپؒ نے فرمایا :-

" اسلام کا یہ حکم ہے کہ ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو السلام علیکم کہا جائے ۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ میرے سلام کا جواب نہیں دیں گے لہٰذا میں نے السلام علیکم کہنا بھی گوارا نہ کیا ۔"

جہانگیر نے مطالبہ کیا کہ آپ درباری آداب کو ملحوظ رکھیں اور مجھے سجدہ کریں ،

حضرت مجددؒ نے فرمایا :-

" خدا کا بندہ خدا کے علاوہ کسی کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتا جو احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جھکتا جاتا ہو وہ کسی فانی حاکم کے جاہ وحشمت کے سامنے اپنا سر نہیں جھکا سکتا ۔ اپنے ہی جیسے ایک مجبور انسان کو سجدہ ہرگز روا نہیں ۔ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں ؎

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن ،

مفتی عبدالرحمٰن نے جو اس وقت شیخ الاسلام کا درجہ رکھتا تھا کتب فقہ سے سلاطین کے لیے تعظیمی سجدہ کا جواز پیش کیا اور کہا کہ میں فتویٰ دیتا ہوں کہ اس وقت شہنشاہ کو تعظیمی سجدہ جائز ہے ، مگر حضرت مجددؒ

اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

(سب سے افضل جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم بادشاہ کو سچی بات کہہ دے) - کی عملی تفسیر بن گئے ۔ آپ کی گردن شہنشاہ ہندوستان نورالدین جہانگیر کی سطوت وجبروت کے سامنے خم نہ ہوئی ۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی
آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جہانگیر کو گمان بھی نہ تھا کہ حضرت مجددؒ حکم عدولی کریں گے۔ بادشاہت کا یہ دستور ہے کہ جو سر شہنشاہ کے سامنے جھکنا نہ جانے اسے قلم کر دیا جائے، جہانگیر کے غیظ وغضب کی آگ بھڑک اٹھی، اس نے فی الفور حضرت مجددؒ کے قتل کا حکم دے دیا مگر حق گوئی و بے باکی کے اس عظیم پیکر اور عزم و ثبات کے اس ہمالے کی پیشانی پر خوف و ہراس کے کوئی آثار نظر نہ آئے، جہانگیر کا خیال تھا کہ اس انتہائی سزا کے خوف سے حضرت مجددؒ فوراً گھٹنے ٹیک کر فوراً تعظیمی سجدہ بجا لائیں گے، مگر جب اس نے دیکھا کہ حضرت مجدد صاحب اس مرحلۂ عشق میں سولی پر لٹک جانے کے لیے بھی تیار ہیں تو اس نے کچھ سوچ کر فیصلہ بدل دیا اور حضرت امام کو گوالیار کے قید خانے میں بند کر دیا —— حضرت مجددؒ نے فرمایا :۔

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَجَرَّعُ

دولت مندوں کو ان کی دولت مبارک، لیکن مسکین عاجز کے لیے درد و الم کے گھونٹ مبارک ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! تاریخ شاہد ہے کہ آخر دو سال بعد جہانگیر نے حضرت مجددؒ کو قید خانے سے نکال کر اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کا اتنا گرویدہ ہوا کہ آپ کو شاہی مہمان کی حیثیت سے اپنے پاس رکھا۔ تین چار سال تک اسلامی احکام نافذ ہوتے رہے۔ آخر شہزادہ خرم (شاہجہان) کو بھی آپ کی بیعت کا حکم دیا۔ جہانگیر اپنے گناہوں پر بہت نادم تھا۔ حضرت مجددؒ سے اپنی مغفرت کے لئے دعا کی اور سفارش کی درخواست کی، حضرت مجددؒ نے فرمایا :۔

"جب احمد سرہندی کو خدا جنت میں لے جائے گا تو وہ جہانگیر کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار (علامہ اقبالؒ)

عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

حمد

رنگِ گُل، رنگِ چمن، رنگ بہاراں دیکھا ذرہ ذرہ سے ترا حُسن نمایاں دیکھا
دیدۂ کوہ سے بہتے ہوئے چشمے دیکھے سینۂ بحر سے اُٹھتا ہُوا دھواں دیکھا
پتّے پتّے کی زباں سے تری رُوداد سُنی غنچے غنچے کے جگر کو ترا خواہاں دیکھا
جن وانساں ہوں، فرشتے ہوں کہ حیوان و طیور ساری مخلوق کا تنہا تجھے نگراں دیکھا
جن کی شہرت تھی زمانے میں مسیحائی کی ان کو بھی در پہ ترے طالبِ درماں دیکھا
اپنی قُربت سے جسے جتنا نوازا تو نے تجھ سے آتنا ہی اسے خائف و لرزاں دیکھا
غیب داں تیرے سوا کوئی دو عالم میں نہیں شاہد اس بات پہ ہم نے ترا قرآں دیکھا

ہو کوئی تاج بہ سر دہر میں یا کاسہ بکف
جس کو دیکھا ترا شرمندۂ احساں دیکھا

ذرے ذرے کی جبیں ہے ترے جلووں کی امیں گوشے گوشے میں ترا حسن فروزاں دیکھا
جن کا دُنیا میں کوئی دوست ہے باقی نہ حبیب ان غریبوں کا الٰہی تجھے پرساں دیکھا

ہو گیا وہ ترے الطاف کا قائل یارب
جس نے عاجز پہ ترا لطفِ فراواں دیکھا

نعت

ہے نام محمدؐ سے عیاں شانِ محمدؐ
جو شانِ محمدؐ ہے وہ شایانِ محمدؐ

شاہانِ زمانہ کی حقیقت کو نہ پوچھو
شاہانِ زمانہ ہیں غلامانِ محمدؐ

ہوتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ سے یہ ثابت
خود ربِّ محمدؐ ہے ثنا خوانِ محمدؐ

ہے حُبِّ محمدؐ ہی رہ حُبِّ الٰہی
محبوبِ الٰہی ہیں حبیبانِ محمدؐ

کر سکتے نہیں پھر وہ کسی اور کی تقلید
ہو جاتے ہیں جو حلقہ بگوشانِ محمدؐ

مشفق بھی ہے محسن بھی ہے صادق بھی امیں بھی
ہر بات محمدؐ کی ہے شایانِ محمدؐ

ہر صبح منوّر ہے تو ہر شام معطّر
اللہ رے یہ وسعتِ دامانِ محمدؐ

سرتابیٔ فرمانِ محمدؐ سے خبردار
اللہ کا فرمان ہے فرمانِ محمدؐ

دولت ہو کہ اولاد ہو، دل ہو کہ جگر ہو
عاجزؔ کی ہر اک چیز ہے قربانِ محمدؐ

Regd. No. L. 7895 MAY, 1971

Monthly MUHADDIS Lahore-16

Islamic Research Council

Vol : I	RABI-AL-AWAL 1391 A. H.	No. 6

ماہنامہ **مُحدِّث** لاہور

ذیلی دفتر	صدر دفتر
حافظ عبدالوحید اینڈ برادرز	مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)
رام گلی نمبر۲ - لاہور	گارڈن ٹاؤن - لاہور ۱۶

بیرونِ ملک		معاونین سے :-	
شرقِ اوسط :	۱۔پونڈ، ۵ شلنگ	زرِ سالانہ	۱۰ روپے
مغربی ممالک :	۱۔پونڈ، ۱۰ شلنگ	فی پرچہ	۹۰ پیسے